مجھے

خرید لو

شوکت تھانوی

ہندوستانی پبلشرز دہلی

طبع دوئم جون ۱۹۴۶ء

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

سول ایجنٹس

نگارستان ایجنسی اردو بازار دلّی
دیال پرنٹنگ پریس دہلی

بردکھوا

کایاپلٹ

اتوار

کون جیتا

میر صاحب کی عید

مقروض

پہلی جنوری

رات گئے

سمجھوتہ

اُلٹ پھیر

بَردکھوا

(گھنٹی بجتی ہے۔ نواب صاحب ملازم سے کہتے ہیں)

نواب: "دیکھو باہر کون ہے (ملازم جاتا ہے) دروازہ کھلنے کی آواز"

آنے والا: "کیوں بھئی نواب صاحب بہادر تشریف رکھتے ہیں"

ملازم: "تو کیا حضور تانگہ پر آگئے۔ نواب صاحب نے تو موٹر بھیجا تھا وہ آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے ———"

آنے والا: (حیرت سے) موٹر بھیجا تھا۔ میرا انتظار کر رہے تھے"؟

ملازم: "جی ہاں۔ ابھی تو گیا ہے موٹر۔ میں سرکار کو اطلاع تو کر دوں کہ حضور آگئے (دوڑتا ہوا دروازہ کھول کر جاتا ہے۔ اور آنے والا کچھ سکوت کے بعد خود اپنے سے کہتا ہے)

آنے والا: "موٹر؟ انتظار؟ ——— نوکری کے امیدوار کے لئے موٹر ———

(نواب صاحب برآمد ہوتے ہیں)

نواب صاحب :۔ جیتے رہو۔ جیتے رہو۔ ہاتھ کیا ملا رہے ہو ادھر آؤ تم کو گلے
سے تو لگاؤں (گلے لگا کر پیٹھ پر تھپکیاں دیتے ہیں) بھئی کیا گدھا ہے یہ
ڈرائیور بھی۔ یعنی تم کو تانگہ پر آنا پڑا۔ خیر۔ خیر تو آؤ ــــ"

آنے والا :۔ "تو حضور کو میرا تار وقت پر مل گیا تھا"

نواب صاحب :۔ ہاں بھئی تار مل گیا تھا مگر مجھے ذرا نزلہ کی تحریک تھی ــــ خیر
خیر ــــ تو مطلب یہ کہ خیریت تو ہے ــــ بھئی بہت طبیعت خوش
ہوئی تم کو دیکھ کر (آواز دے کر) ارے کوئی ہے "

ملازم :۔ سرکار!"

نواب صاحب :۔ بھئی ان کا سامان میرے کمرے میں رکھواؤ۔ جس طرح سے
یہ کہیں سامان درست کردو (آنے والے سے) میاں یہ تمہارا ہی گھر۔
یعنی۔ یعنی۔ خانۂ بے تکلف ہے۔ تو میرا مطلب یہ کہ تم سامان رکھوا دو اپنی
نگرانی میں جب تک میں گھر میں تو اطلاع کر دوں تمہارے آنے کی۔

آنے والا :۔ جو رائے ہو حضور کی"

نواب صاحب :۔ میاں یہ حضور وضور کا تکلف بھی چھوڑو۔ تم میرے بچے ہو۔
بڑی خوشی ہوئی تم کو دیکھ کر تو مطلب یہ کہ اب جا کر پہلے اپنا سامان درست
کرادو" (نواب صاحب اُدھر اور یہ ادھر جاتے ہیں)

آنے والا :۔ بھئی جمعدار صاحب۔ تمہارا نام کیا ہے ــــ"

ملازم :۔ اللہ سلامت رکھے۔ اس غلام کو چھمن خاں کہتے ہیں۔ تو سرکار میں نے

ہے رکھدیا ہے سب سامان۔ بستر نہیں کھولا ہے۔ نواب صاحب کی مسہری
تو موجود ہی ہے۔"
آنے والا۔" بھئی نواب صاحب کی مسہری پر تو ——"
ملازم۔ جی ہاں نواب صاحب کی مسہری پر سب چیزیں ہیں —— اور حضور
لوٹا غسلخانہ میں رکھدیا ہے۔ بکس یہ رہا۔ اور سرکار یہ جھابہ کہئے تو کہیں
باہر رکھوا دوں۔"
آنے والا۔" ہاں —— ہاں —— اسے باہر —— میں خود رکھے دیتا ہوں"
ملازم۔" نہیں، نہیں۔ حضور بھلا کوئی بات بھی ہو یہ غلام آخر کا ہے کے لئے
ہے ——"
آنے والا۔" بھئی سخت تکلیف ہوئی تم کو میرے آنے کی وجہ سے اور بھئی
نواب صاحب ——"
(نواب صاحب آواز دیتے ہیں)
نواب صاحب۔" ارے کوئی ہے؟"
ملازم۔" سرکار —— (دوڑتا ہے)
نواب صاحب۔" سب سامان رکھوا دیا۔ سب انتظام ٹھیک ہے نا۔ دیکھو
کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔ (آواز دے کر) بھئی چار تیار ہے اب ناشتہ
کرکے اطمینان سے آرام کرنا ——"
آنے والا (کمرہ سے باہر آکر) جی ہاں میں تیار ہوں ——"
نواب صاحب۔" بھئی وہ ہوا یہ کہ میں نے جو تمہاری اطلاع کی تو وہ کہنے لگیں کہ

ناشتہ گھر ہی میں ہوگا (ہنستے ہیں)، تو مطلب یہ ہے کہ تم کو اصل میں سب
دیکھنا چاہتے ہیں (ہنستے ہیں)، میاں یہ عورتوں کا بھی عجب کارخانہ ہوتا ہے اور
اور ـــــ اچھا تو آؤ نا۔ دیکھو ٹوپی ٹھیک کرلو (ہنستے ہیں) بھئی معاشہ کا
قصہ ہے نا (ہنستے ہیں اور جاتے ہیں) آؤ ـــــ بھئی آؤ ـــــ"

ملازم: "حضور پردہ ہوگیا"

نواب صاحب: "تو ٹھیک ہے۔ آؤ بھئی آؤ ـــــ (گھر کے اندر جاتے ہیں)

نواب صاحب: "اچھا یہ بات ہے (ہنستے ہیں)، دیکھو بھئی یہ سب چلمن کے پیچھے
تمہیں دیکھنے کو جمع ہیں اور چائے پلانے کا محض بہانہ ہے۔ تو بیٹھو ـــــ نا ـــــ نا
اس کرسی پر تاکہ چلمن کی طرف منہ رہے تمہارا (ہنستے ہیں)، تو بھئی شروع کرو نا (چائے
کے برتنوں کی آواز) چلمن کے پیچھے سے آہستہ آوازیں۔

ایک آواز: "اے ہے شرمیلا ہے"

دوسری آواز: "نصیبن تو کہتی تھی کالے ہیں نہ کانے ہیں ایسے"

آواز نمبر ۱: "اے عینک تو دیکھو کیسی موٹی سی ہے"

(درمیان میں برتنوں کی آواز)

نواب صاحب: "ارے بھئی یہ لو۔ کیا ہے یہ۔ نہ جانے کیا بلا ہے۔ سنبوسہ ہے
شاید ـــــ اور یہ ـــــ یہ ـــــ مطلب یہ کہ کھاؤ نا کچھ"

آنے والا: "جی ہاں کھا رہا ہوں ـــــ"

آواز نمبر ۱: "نہ کھا رہے ہیں ٹونگ رہے ہیں دلہنوں کی طرح"

آواز نمبر ۲۔ "بہن لڑکا نیک معلوم ہوتا ہے"

آواز نمبر ا: "صورت پر بھولا پن بھی ہے"
نواب صاحب: "رچا ہو کا گھونٹ لیکر تورات کو چلے ہو گے تم ——"
(درمیان میں برتنوں کی آواز)
آنے والا: "جی ہاں۔ صبح پہنچا ہوں یہاں"
نواب صاحب: "وہاں بارش کا کیا حال ہے"
آنے والا: "کبھی کبھی جب بادل گھر آتے ہیں تو ہو جاتی ہے اب تو تین چار دن سے بالکل نہیں ہے"
نواب صاحب: "اچھا یہ لو —— شاید پستے کا حلوہ ہے یا کوئی نمکین چیز ہوگی — —— تو تعلیم تم نے کیوں چھوڑ دی"
آنے والا: "امتحان میں پاس ہونے کے بعد پھر میں نے سوچا کہ اب کچھ اور کیا جائے"
نواب صاحب: "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ زیادہ پڑھنے سے صحت بھی خراب ہوتی ہے۔ یہ عمر اور یہ عینک، توبہ۔ توبہ —— میں تو ابتک چاند کی روشنی میں کتاب پڑھ سکتا ہوں"
آنے والا: "جی ہاں"
آواز نمبر ا: "بس باتوں میں لگائے ہوئے ہیں غریب کو نہ کچھ کھلاتے ہیں نہ پلاتے ہیں"
آواز نمبر ۲: "وہ خود ہی بھوکی موئی بنے ہوئے ہیں۔ اے ذرا دیکھو تو مالموٹھا کا ایک سیو اٹھایا ہے"
آواز نمبر ۱: "کیا بری لگتی ہیں یہ منڈی ہوئی مونچھیں بھی"
آواز نمبر ۲: "اچھا خاصہ منہ طباق سا ہو کر رہ گیا ہے"

(درمیان میں برتنوں کی آواز)

نواب صاحب:۔ بھئی میری طبیعت تو تم سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ جو تعریف سنی تھی اس سے بہت زیادہ بہتر پایا ـــــ یعنی ہاتھ کیوں روک لیا ـــــ یہ لو یہ کیک تازہ ہے۔"

آنے والا:۔ "آداب عرض۔"

آواز نمبر ا:۔ جیسی دبلی پتلی تنھی ویسے ہی سینک سلائی یہ۔"

آواز نمبر ۲:۔ بہن جوڑا تو اچھا ہے اللہ مبارک کرے۔"

آواز نمبر ا:۔ پھر یہ کہ ریاست کا غرور نہیں۔"

آواز نمبر ۲:۔ مگر بہن اتنے دُبلے ہیں کہ ڈر ہی معلوم ہوتا ہے۔"

آواز نمبر ا:۔ اے اس کی کاٹھی ہی ایسی ہوگی۔"

(درمیان میں برتنوں کی آواز)

نواب صاحب:۔ تو آپ کے والد نے آپ کے علاوہ کتنی اولادیں اور چھوڑی ہیں، میرا مطلب یہ کہ آپ کے کتنے بھائی بہن ہیں۔"

آنے والا:۔ جی ـــــ وہ ـــــ یعنی میرے والد نے۔"

نواب صاحب:۔ ہاں ہاں ـــــ یہ لو ـــــ دیکھو یہ کوئی اچھی چیز ہے تو کیا کہا کتنے بہن بھائی ہیں۔"

آنے والا:۔ ایک بھائی مجھ سے چھوٹا ایک بہن مجھ سے بڑی اور چار بہنیں مجھ سے چھوٹی ـــــ"

نواب صاحب:۔ اوہو ـ ـ ـ ماشاء اللہ ـــــ ماشاء اللہ ـــــ"

آنے والا:۔ جی نہیں —— ان سب کا تو انتقال ہو چکا ہے، اب —— اب یعنی صرف میں ہوں۔

نواب صاحب:۔ چ چ —— بڑا افسوس ہوا۔ تو سب کا انتقال کیسے ہوا۔

آنے والا:۔ سب بیمار ہو ہو کے مرے، کچھ بچپن ہی میں مر گئے ایک بہن ایک بھائی جوان ہو کر مرے۔

نواب صاحب:۔ ہوں —— تو ان دونوں کا کس مرض میں انتقال ہوا۔

آنے والا:۔ ایک کو دق ہو گئی تھی یعنی بھائی کو —— اور بہن کو بخار رہنے لگا تھا پھر کھانسی شروع ہو گئی اس کے —— بس انتقال ہو گیا۔

نواب صاحب:۔ تو گویا ان کو دق نہیں ہوئی —— اور —— اور والد صاحب نے کس مرض میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

آنے والا:۔ جی؟

نواب صاحب:۔ یعنی آپ کے والد صاحب مکرم و معظم کا کس مرض میں انتقال پُر ملال ہوا۔

آنے والا:۔ جی ان کو منہ سے خون آتا تھا اور حرارت ہو جاتی تھی ——۔

نواب صاحب:۔ ہوں ہوں —— اچھا —— تو بھئی کھاؤ نا کچھ۔ اور۔

آواز نمبر ا:۔ خاندان بھر کو دق ہوئی۔

آواز نمبر ۲:۔ بہن یہ تو بری بات ہے۔

آواز نمبر ا:۔ بات تو شک کی ضرور ہے مگر ——۔

آواز نمبر ۲:۔ اگر مگر کیا۔ خاندان بھر کو بڑی سی بیماری ہوئی ——۔

آواز نمبر ۱:۔ "ویسے لڑکا اچھا خاصہ ہے ـــــــ"

آواز نمبر ۲:۔ "نا بہن اس گھرانے ـــــــ"

نواب صاحب:۔ "بھئی تم اپنی صحت کا خیال زیادہ رکھا کرو۔ تم خود تو اچھے رہتے ہو؟"

آنے والا:۔ "جی میں ـــــــ میں تو بالکل اچھا رہتا ہوں۔"

نواب صاحب:۔ "کبھی حرارت ورارت یا کھانسی وانسی مطلب یہ کہ اس قسم کی کوئی شکایت تو نہیں ہوئی۔"

آنے والا:۔ "جی ہاں ـــــــ یعنی جی نہیں یہ بیماریاں تو کبھی نہیں ہوئیں البتہ ـــــــ البتہ ـــــــ معدہ خراب ہو جاتا ہے ـــــــ یعنی نزلہ وزلہ ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔"

نواب صاحب:۔ "خیر ـــــــ خیر ـــــــ۔"

آواز نمبر ۱:۔ "بہن میرے دل میں تو چور بیٹھ گیا ہے۔"

آواز نمبر ۲:۔ "کیا بتاؤں۔ لڑکوں کا تو کال ہے۔ کہاں تک لڑکی کو بٹھائے رکھا جائے۔"

آواز نمبر ۱:۔ "اے تو ایسی بھاری بھی نہیں کہ یوں جان بوجھ کے جھونک دی جائے۔"

آواز نمبر ۲:۔ "ویسے تو یہ لڑکا ہر طرح اچھا ہے۔ خاندانی ہے اپنے سے کم بھی نہیں پھر سیدھا معلوم ہوتا ہے۔"

(ملازم آتا ہے)

ملازم:۔ "حضور ایک صاحب معہ اسباب کے تانگہ پر آئے ہیں۔"

نواب صاحب:۔ "تانگہ پر آئے ہیں؟ ـــــــ اوہ ٹھیک ہے وہ ہوں گے جن کا دوسرا تار تھا۔"

ملازم:۔ "جی ہاں گورے گورے کچھ تگڑے سے ہیں ان حضور کی عمر کے۔"

نواب صاحب:۔ "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ان کو پرائیویٹ سکرٹیری کا کمرہ کھول کر ٹھہراؤ اور کہدو کہ میں سہ پہر کو ملوں گا ان سے۔"

(ملازم جاتا ہے)

نواب صاحب:۔ (آواز دیکر) دیکھو کھانے والے کا خیال رکھنا ——— (آنے والے سے) تو۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ میاں صحت سے زیادہ مقدم کوئی چیز نہیں۔ تم شاید ورزش نہیں کرتے۔"

آنے والا:۔ "جی ورزش؟ ——— ورزش تو نہیں کرتا۔"

نواب صاحب:۔ "ہاں تو کرنا چاہیئے تم کو۔ مجھ کو دیکھو اس عمر میں تم سے زیادہ تیز دوڑ سکتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ نزلہ تو خیر ہو جاتا ہے۔ مگر ——— مگر معدہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ خوب کھاؤ اور خوب ورزش کرو۔ تمہارا خاص شغل کیا ہے؟"

آنے والا:۔ "حضور اب تو جب سے بیکار ہوں زیادہ تر کتب بینی کا مشغلہ رہتا ہے۔"

نواب صاحب:۔ "میں نے یہ شغل کبھی نہیں رکھا۔ اس سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ والد صاحب کو بہت شوق تھا کتب بینی کا اب اُن کے کتب خانے کو میں نے اپنا ورزش گھر بنا رکھا ہے۔ میں دکھاؤں گا تمہیں۔"

آنے والا:۔ "درست ہے ———"

نواب صاحب:۔ "درست نہیں بلکہ یہی ہونا چاہیئے ——— تو خیر ——— مطلب یہ کہ اور کچھ شکار وکار سے شوق ہے یا وہ بھی نہیں۔"

آنے والا:۔ "جی ——— جی ہاں ——— ایک آدھ مرتبہ شکار دیکھنے تو گیا ہوں مگر کھیلا کبھی نہیں۔"

نواب صاحب: "حیرت ہے۔ یہی سخت حیرت ہے۔ یعنی شکار سے تو ہمارے طبقے کو خاص تعلق ہے۔ دوسرے یہ ایک اعلیٰ قسم کی ورزش بھی ہے۔ آخر شکار سے دلچسپی کیوں نہیں ہے۔"

آنے والا: "وہ بات یہ ہے ——— یہ ہے بات کہ پہلے تعلیم کی مصروفیت نے مہلت نہ دی ——— پھر ———"

نواب صاحب: "پھر بس پڑھنے لکھنے کے رہ گئے ——— تو خیر ——— مگر بھئی ان چیزوں کو بالکل تو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔"

ایک آواز: "ایک بات بھی تو رئیس زادوں کی سی نہیں ہے۔"

دوسری آواز: "اتنا بڑا رئیس اور ذرا بھی تمکنت نہیں۔"

آواز نمبر ۱: "ریاست چھو بھی نہیں گئی ہے بس وہی ایک تنک پڑ گیا ہے۔"

آنے والا: "تو حضور سے ڈپٹی صاحب نے میرے متعلق کہا ہوگا۔"

نواب صاحب: "ڈپٹی صاحب؟ کون ڈپٹی صاحب ——— بھئی تمہارے متعلق تو کنور صاحب سے بہت کچھ سنا تھا اور جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔"

آنے والا: "میں چاہتا تھا کہ اس سلسلہ میں کچھ بات ہو جاتی ———"

نواب صاحب: "میاں بات ہی کیا ہونا ہے اور یہ ہونا ہے تو ہوتی رہے گی ابھی تو ٹھہرو یہاں۔ ذرا اس دیہات کی ہوا کھاؤ بھئی یہ تمہارا ہی گھر ہے۔"

آنے والا: "یہ تو درست ہے حضور مگر میں چاہتا تھا کہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔"

نواب صاحب: "لاحول ولا قوۃ۔ پھر وہی غلط فہمی۔ میاں غلط فہمی ہوتی ہے غلط آدمی سے بھئی یہ تم نے غلط فہمی کی بھی ایک ہی کہی۔ ایک مرتبہ مجھ کو غلط فہمی ہوئی ہے

کہ نواب صاحب چونکہ مجھ سے ملنے آرہے تھے میں ان کے انتظار ہی میں تھا کہ ایک انشورنس کمپنی کا ایجنٹ کہیں سے آنکلا میں کیا جانوں میں سمجھا کہ یہی ہیں نوابصاحب بھئی ہر طرح کی خاطر مدارات کی اور وہ اللہ کا بندہ بھی چپ کہ اتنے میں نوابصاحب تشریف لے آئے۔ کیا کہوں کہ اس کم بخت ایجنٹ پر کتنا غصہ آیا ہے اگر وہ نو دو گیارہ نہ ہو جائے تو میں بعد میں اس کی اور اپنی جان ایک کر دوں "

آنے والا:۔ جی تو ——— میرا ——— میرا مقصد یہ ہے کہ اسی قسم کی غلط فہمی۔

نواب صاحب:۔ (قہقہہ بلند کر کے) خیر ——— خیر ——— اس قسم کی غلط فہمی کی بھی ایک ہی رہی۔ میاں وہ ایجنٹ تو تھا سمجھدار فوراً رفو چکر ہو گیا "

آنے والا:۔ اسی لئے تو میں چاہتا تھا کہ میں اپنے متعلق صفائی سے سب کچھ عرض کر دوں "

نواب صاحب:۔ اوہ ——— بھئی آخر ایسا کونسا طوفان آرہا ہے۔ کیا جلدی ہے آخر "

آنے والا:۔ یہ تو صحیح ہے مگر میں چاہتا تھا کہ کوئی فیصلہ ہو جاتا اور بات بھی صاف ہو جاتی میرے دل میں کچھ ———

نواب صاحب:۔ (بات کاٹ کر) خیر ——— خیر ——— تمہارے دل میں کچھ نہ ہونا چاہیئے اور یہ بات تو بھئی تم جانتے ہو بغیر عورتوں کے مشورے کے ہو ہی نہیں سکتی۔ اب تم آئے ہو۔ کچھ دن ٹھہرو پھر اطمینان سے ہوتی رہے گی بات بھی "

آنے والا:۔ مگر غلط فہمی ——— ———

نواب صاحب :- توبہ ہے۔ میاں غلط فہمی گئی جہنم میں۔ تم چلو باہر اور اب آرام کرو تھوڑی دیر میں ایک گھنٹہ میں باہر آتا ہوں (آواز دے کر) ارے کوئی ہے :-

ملازم :- سرکار ——"

نواب صاحب :- دیکھو میاں کو لے جاؤ اور وہیں موجود رہو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں:-

آنے والا :- آداب عرض ——"

نواب صاحب :- جیتے رہو —— جیتے رہو —— "

(آنے والا ملازم کے ہمراہ جاتا ہے باہر کمرے میں پہنچ کر)

ملازم :- اللہ سلامت رکھے حضور کو۔ نواب صاحب نے تو بہت پسند کیا۔ اب بڑی سرکار کی مرضی باقی ہے:-

آنے والا :- بھئی چمن خاں میرے خیال میں یہاں کچھ دھوکا ہو رہا ہے:-

ملازم :- نہیں حضور اللہ جانتا ہے بڑا اچھا گھرانا ہے اور سب بڑے اچھے لوگ ہیں:-

آنے والا :- اچھا یہ بتاؤ کہ پہلا پرائیویٹ سکریٹری کیوں نکالا گیا تھا:-

ملازم :- حضور —— وہ —— وہ تھا ہی اس قابل۔ ایک دن مجھ سے تو تکار ہو گئی تھی میں نے بھی کچھ کہہ دیا وہ ہاتھ مارے ہوں گے کہ چھٹی کا دودھ تو یاد آ ہی گیا ہوگا:-

آنے والا :- یعنی تم نے مارا پرائیویٹ سکریٹری کو؟"

ملازم :- بھلا حضور میں خاندانی نمک خوار اس ڈیوڑھی کا وہ آیا وہاں سے مجھ پر رعب جمانے میں نے بھی مرمت کر دی اور نواب صاحب سے جو اس نے شکایت کی تو وہ دوڑے مورچھل لے کے اسی کے پیچھے ——"

آنے والا:۔ تو بھئی میں باز آیا یہاں رہنے سے ـــــــ"

ملازم:۔ بھلا حضور کی اور اس کی کیا برابری سرکار تو اللہ نے چاہا مالک ہونگے ساری ریاست کے نواب صاحب کے اللہ رکھے صاحبزادی کے سوا اور ہے ہی کون ـــــــ؟"

آنے والا:۔ صاحبزادی ـــــــ؟ ـــــــ کیا مطلب؟"

ملازم:۔ جی ہاں بس وہی صاحبزادی ہیں جن سے سرکار کی بات ٹھہر رہی ہے۔"

آنے والا:۔ میری بات؟ ـــــــ بھئی واقعی غلط فہمی ہو رہی ہے، ارے بھائی میں تو نوکری کے لئے آیا ہوں پرائیویٹ سکریٹری کی جگہ پر ـــــــ"

ملازم:۔ ایں؟"

آنے والا:۔ بھائی جمن خاں خدا کے لئے نواب صاحب کے باہر تشریف لانے سے پہلے مجھ کو یہاں سے روانہ کر دو ـــــــ"

ملازم:۔ یہ کیا ہوا ـــــــ اور وہ جو آپ آئے ہیں؟ ـــــــ

آنے والا:۔ بھئی وہی ہوں گے نواب صاحب کے داماد اور میں تو اب پرائیویٹ سکرٹری بھی رہنا نہیں چاہتا ـــــــ ذرا بھیا یہ بستر و ستر پکڑ و والو ـــــــ"

ملازم:۔ اماں ٹھہرو تو۔ چلے وہاں سے بستر وستر پکڑ والو۔ نواب صاحب سے تو میں کہدوں۔ بڑا غضب کیا یار تم نے ـــــــ"

آنے والا:۔ بھیا میں نے کچھ غضب نہیں کیا ـــــــ لو ذرا ہاتھ لگادو اس کبس میں میں لئے جاتا ہوں۔"

ملازم:۔ تو نواب صاحب سے کہہ کے جاؤ نا۔ اب کیا مجھ کو باتیں سنواؤ گے۔"

آنے والا: "نہیں بھائی میری جان بخش دو۔ میں اب نواب صاحب کا سامنا بھی نہ کروں گا۔"

(بکس اٹھا کر جانے لگتا ہے)

ملازم: "ٹھہرو میں نواب صاحب سے کہہ تو دوں۔"

(ملازم اُدھر جاتا ہے)

آنے والا: "نہیں ذرا دیر اور ٹھہر جاؤں میں کوٹھی سے نکل جاؤں۔"

(تیز قدم)

کایا پلٹ

۲۳

(رات کا منظر، کتوں کے بھونکنے کی کبھی کبھی آواز، کبھی کبھی پہرہ دار
کا نعرہ "جاگتے رہو" گھڑی کی ٹک ٹک۔ ہلکے خراٹوں کے بعد
ایک مرد کی آواز)

مرد: "کیا مطلب؟ یعنی اب میں گھر کی چہار دیواری میں بیٹھوں۔ بچوں کی نگرانی کروں، سینا پرونا دیکھوں"

عورت: "کیوں آخر اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اس کایا پلٹ سے پہلے بھی سب کچھ عورتوں نے کیا ہے۔ گھروں کی چہار دیواری میں رہی ہیں۔ بچوں کی ہمیشہ نگرانی کی ہے۔ سینا پرونا دیکھا ہے کیا اب بھی تمام فرائض مردوں کے نہ ہوں گے"

مرد: "اور دفتر کا کیا ہوگا۔ تم کو معلوم ہے آج معائنہ ہونے والا ہے"

عورت: "آہستہ بولو۔ باہر تمام غیر عورتیں بیٹھی ہیں۔ دفتر میں جا رہی ہوں، معائنہ

کے لئے اب بچلائے صاحب کے میم صاحب آئیں گی اور جس طرح دفتر میں پہلے کوئی عورت دکھائی نہ دیتی تھی ویسے ہی آج کوئی مرد نظر نہ آئے گا۔ اچھا دیکھو تم میرا دوپٹہ چُن رکھنا میں دفتر سے آکر ذرا پکچر میں جاؤں گی۔"

مرد:"یہ تو عجیب مصیبت ہے۔ میں بھلا دوپٹہ کیونکر چنوں گا؟"

عورت:"ذرا سا دوپٹہ چننا نہیں آتا۔ یہ ڈھنگ میں تو چلا چکے تم گھر۔ میں نے ہمیشہ تمام مردانے کپڑوں پر استری کی ہے یاد کرو وہ زمانہ۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ دوپٹہ چننا آتا ہے یا نہیں مجھ کو دفتر سے واپسی پر دوپٹہ چنا چنایا ملے۔ اچھا میں غسل خانے جا رہی ہوں تم میری کنگھی چوٹی کا سامان ٹھیک سے رکھواؤ۔ دفتر کو دیر نہ ہو جائے۔"

(جاتی ہے)

مرد:"(آواز دے کر) بوائے ——— بوئے ——— آیا ——— ہے"

بوائے:"(دور سے) آتا ہوں سرکار (آتا ہے قریب آکر) حضور آیا کو میم صاحب نے حکم دیا ہے کہ وہ باہر ہی رہے گھر میں اس کا کوئی کام نہیں۔"

مرد:"اچھا خیر۔ دیکھو میم صاحب کی سنگار میز ٹھیک کر دو دفتر جا رہی ہیں دیر نہ ہونے پائے ———"

بوائے:"(تعجب سے) دفتر جا رہی ہیں؟ اور سرکار نہ جائیں گے دفتر؟"

مرد:"نہیں آج سے میم صاحب ہی جایا کریں گی۔ تم جاؤ سنگار میز ٹھیک کرو اور دیکھو سب چیزیں ٹھیک سے رکھ دینا پاؤڈر، لپ اسٹک، نیل پالش کچھ چھوٹنے نہ پائے۔"

(میم صاحب آتی ہیں)

میم صاحب:"اوہو! دس بجنے میں دس منٹ رہ گئے۔ کدھر گیا بوائے۔ جلد

تم ہی اُٹھ کر جلدی سے میرا جوڑا باندھ دو میں جب تک کریم لگا لوں۔ بوائے چلو ادھر وہ آسمانی رنگ کی بنارسی ساری نکالو جو یہ نمائش سے لائے تھے۔ چلو جلدی کرو۔"

مرد:" اب واپسی کب تک ہو گی؟"

عورت:" میرے باہر جانے کے وقت اس قسم کے مہمل سوال نہ کیا کرو میں ان باتوں کو پسند نہیں کرتی چھوڑو تم سے ذرا سا جوڑا تک نہ بندھ سکا۔ اچھا میرا پاندان ٹھیک کرکے موٹر پر رکھواؤ۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔"

مرد:" اب اس پاؤڈر وغیرہ میں اور بھی دیر ہو گی۔"

عورت:" باوجود دیر ہو جانے کے تم کبھی بغیر شیو کئے باہر نہیں نکلے۔ لاؤ وہ کلپ لاؤ اور وہ بروچ اٹھاؤ۔ یہ نہیں وہ، کس قدر بیوقوف ہوتے ہیں یہ مرد بھی، بوائے چلو آئینہ دکھاؤ۔"

بوائے:" سرکار یہ ساری کہی تھی آپ نے۔"

عورت:" ہاں ٹھیک ہے۔ اُٹھاؤ آئینہ اٹھاؤ۔ ہاں یوں۔ بس ٹھیک ہے۔ میں نے کہا سنتے ہو تم لپک کر ذرا سینٹ کی شیشی تو اٹھا لاؤ۔ دیکھو بوائے مانگ ٹھیک ہے۔" (مرد جاتا ہے)

بوائے:" حضور ادھر ذرا ترچھی ہے۔"

عورت:" آئینہ ٹھیک سے رکھو۔ ہاں یوں۔ اچھا دیکھو اب ٹھیک ہے (مرد آتا ہے)

مرد:" یہ سینٹ کی شیشی منگائی تھی نا؟"

عورت:" ہاں ٹھیک۔ اور سنو آج شاید جمیلہ کے گھر میں سے کسی وقت آئیں ان کی خاطر مدارات ذرا اچھی طرح کر دینا شکایت کا کوئی موقع نہ آنے پائے۔"

مرد:۔ "کون مسعود آئیں گے؟ وہ تو آیا ہی کرتے ہیں۔ آج نئی بات کون سی ہو گی"۔

عورت:۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ تم خود ان کو ڈولی سے اتروا نا۔ وہ شاید اسی وقت آئیں گے۔ دس گیارہ بجے جمیلہ نے کہا تھا کہ ان کو بھیج دیں گی"۔

(باہر سے آواز آتی ہے "سواری اتروالو")

مرد:۔ "یہ تو سچ مچ کسی کی ڈولی آگئی"۔

عورت:۔ "وہی ہوں گے جمیلہ کے گھر میں سے، میں باہر جاتی ہوں تم انکو اتروانے جاؤ نا اب ——"

مرد:۔ "تو کیا تم باہر ہی سے دفتر چلی جاؤ گی۔ میں چاہتا تھا ملتی ہوئی جاتیں مجھے بازار سے کچھ منگانا تھا۔ شیونگ اسٹک، بلیڈس وغیرہ"۔

عورت:۔ "وہ سب بوائے سے کہلوا دینا۔ آیا نے آئے گی مگر اب تم ان بیچارے کو تو اتروا ؤ ڈولی میں بیٹھے گھٹ رہے ہوں گے"۔

مرد:۔ "اچھا تم تو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں ان کو اتروانے"۔ (مرد جاتا ہے)

مرد۔ (تھوڑی دور جا کر اور پھر لوٹتے ہوئے) آتے کیوں نہیں ہو مسعود۔ آؤ چلے آؤ گھر میں کوئی نہیں ہے یہ کیا اس گرمی میں چادر لپیٹے ہوئے ہو۔ اتارو اب اسے"۔

مسعود:۔ "بھابی تو گھر میں نہیں ہیں ——"

مرد:۔ "نہیں وہ تو تمہارے آنے کی خبر سن کر باہر زنانہ بیٹھک میں چلی گئی ہیں"۔

مسعود:۔ "جا کر میرا اسلام تو کہلوا دو۔ (ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

مرد:۔ "بوائے دیکھنا ذرا ٹیلی فون —— (بوائے لپکتا ہے)

بوائے:۔ "ہلو —— جی ہاں ڈپٹی صاحب کے یہاں سے بول رہا ہوں، ابھی

نہیں گئیں دفتر —— جی —— جی ہاں باہر زنانہ بیٹھک میں ہیں —جی —
جی —— بہت، بہت اچھا —— ابھی بلواتا ہوں —— ٹھہر جائیے۔

مرد: کون ہے ——"

بوائے: دفتر سے کوئی بوائن ٹیلی فون کر رہی ہیں کہتی ہیں کہ میم صاحب کو فون پر بلا دو وہ جو معائنہ کرنے آج آنے والی تھیں۔ انھوں نے کہلوایا ہے کہ میں نے بھولے سے مہندی لگالی ہے اس لئے آج نہ آؤں گی ——"

مرد: تو جاؤ میم صاحب سے لپک کے کہلوا دو۔"

بوائے: جی نہیں مسعود میاں کو دوسرے کمرے میں بھیج دیجئے وہ تو ٹیلی فون پر میم صاحب ہی کو بلا رہی ہیں کچھ اور باتیں کہنا ہیں۔"

مرد: جاؤ تو بلاؤ نا ان کو۔ آؤ مسعود تم ادھر کمرے میں آجاؤ۔"

(کچھ قدموں کی آواز)

مسعود: بھابی آئیں تو میرا سلام ضرور کہدینا۔"

مرد: تم خود ہی نہ کہدینا کیا تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے۔"

مسعود: بھئی ہمیں تو شرم آتی ہے۔ وہ بنانا شروع کر دیں گی۔"

(میم صاحب کی آواز آتی ہے)

میم صاحب: میں آجاؤں اندر ——"

مرد: آتی کیوں نہیں ہو۔ یہ مسعود تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔"

میم صاحب: میرا بھی سلام کہدو اور مزاج پوچھ دو۔ میں ذرا ٹیلی فون سن لوں،
ہلو —— ہاں، ہاں —— مہندی لگالی ہے —— اچھا —— ہوں،

ہوں ——— تو پھر میں کیا کروں گی آج آکر ڈاک یہیں بھیج دو کسی چپراسی کے
ہاتھ ——— ہاں ہاں دستخط کے لئے کاغذ بھی ٹھیک ہے ' اچھا ———"

(ٹیلی فون رکھ دیتی ہے)

مرد:" تو اب تم دفتر نہیں جا رہی ہو"

میم صاحب:" بڑی خوشی ہوئی ہو گی آپ کو۔ ان سے ذرا پوچھو تو اپنے دوست سے کہ آج جمیلہ کیا کر رہی ہیں"

مرد:" سا | نے مسعود کیا کہہ رہی ہیں ——— ایں ——— تو تم خود کیوں نہیں بولتے یہ اشاروں میں باتیں کرنا مجھے نہیں آتیں ——— ۔"

میم صاحب:" او۔ نہیں تو کیا وہ تمہاری طرح بارہ ہاتھ کی زبان نکال کر بکنا شروع کر دیں"

مرد:" مسعود کہہ رہے ہیں کہ جن کو آپ پوچھ رہی ہیں ان کی خبر آپ ہی کو زیادہ ہو سکتی ہے سویرے سے غائب ہیں گھر سے"

میم صاحب:" بڑی سیلانی ہے یہ جمیلہ بھی گھر سے دفتر کا بہانہ کیا ہو گا اور پہنچی ہو گی کسی سہیلی کے یہاں گڑیاں کھیلنے۔ اب تو ماشاء اللہ بازی لگا کر گڑیاں کھیلنے لگی ہیں ان سے پوچھو کہ آخر یہ سمجھاتے کیوں نہیں ہیں"

مرد:" اور کیا۔ عورت ذات کو اگر گھر میں بیٹھنے والے مرد سمجھا سکتے تو دنیا ہی نہ سدھر جاتی اپنی تو خبر لو کہ کبھی تمہارا دل گھر میں لگتا ہے دن رات تم ہو اور تمہاری گوئیاں ہیں آج ہنڈ کلیا پک رہی ہے تو کل کسی باغ میں جھولا پڑا ہے۔ گھر میں گھسنے کے لئے تو ہم مرد ہی ہیں"

میم صاحب:۔ "اوہ۔ سخت غصہ آرہا ہے۔"

مرد:۔ "غصہ نہ آئے سینما لیجانے کا وعدہ کیا تھا وہ تک تو تم سے پورا نہیں ہوا۔"

میم صاحب:۔ "تم نے یاد بھی تو نہیں دلایا۔ آج ہی چلو دوپہر کے شو میں تم کو سینما دکھا لاؤں اپنے دوست سے پوچھ کر چلیں گے ——؟"

مرد:۔ "کیوں مسعود چلو گے نا ——"

مسعود:۔ (چپکے سے) "ان سے پوچھا نہیں ہے ——"

میم صاحب:۔ "کس سے جمیلہ سے۔ ان سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ بھی بیچاری اتنی مجال رکھتی ہیں کہ میری بات میں دخل دیں۔ میں ان سے کہہ دونگی۔ تو تم دونوں تیار ہو جاؤ۔ کھانا دانا جلدی سے ہو جائے تو اسی وقت دن کے شو میں ہو آئیں۔"

مسعود:۔ (چپکے سے) "بچوں کو گھر پہ چھوڑ آیا ہوں۔"

میم صاحب:۔ "پھر کچھ بھنبھناہٹ سی کان میں آئی۔ یہ آخر کہہ کیا رہے ہیں۔"

مرد:۔ "کہہ رہے ہیں کہ بچوں کو گھر پہ چھوڑ کے آئے ہیں۔"

میم صاحب:۔ "ارے تو کیا ہوا ایک دن باپ نہ سہی ماں ہی بچوں کی نگرانی کرے گی تو کیا ہرج ہے۔"

(بوائے آتا ہے)

بوائے:۔ "سرکار۔ آیا کہہ رہی ہے کہ کپتانی صاحب آئی ہیں ——"

میم صاحب:۔ "کون جمیلہ۔ خوب آئی۔ دیکھو تو سہی آج اس چڑیل کی کیسی خبر لیتی ہوں۔ میں نے کہا سنتے ہو تم ذرا ادھر کمرے میں چلے جاؤ تو ہیں بلا لوں اور

ذرا پان بھیجوا اندر سے۔ بلوائے۔ جا بلوالے۔ یہ تو کہاں چلا چھپنے کو۔ شامت تو نہیں آئی ہے؟ بڑا پردے والا بنا ہے۔ جا کر بلالے جمیلہ کو اندر ہی بلوائے جاتا ہے،
مرد: "میں نے کہا سنتی ہو، ان کو بھی پکڑ کے سینما لیتی چلو۔"
میم صاحب: "تم ذرا تماشہ تو دیکھو۔ اچھا اب اندر جاؤ وہ آ رہی ہیں۔۔۔۔ آئیے آئیے، قدم قدم کی خیر۔ یہ کہاں تھیں سرکار۔"
جمیلہ: "(آتے ہوئے) اپنی ہائی دوسروں پر گنوائی۔ اپنے ہوش کی دوا کر عورت تیرا خود پتہ نہیں چلتا۔ پوچھ ذرا اپنی آیا سے کہ کتنی مرتبہ آ آ کے لوٹ چکی ہوں جب پوچھا معلوم ہوا کہ بیگم سولہ سنگار کر کے کہیں گئی ہیں۔۔۔۔"
میم صاحب: "اے سنگار کرے میری جوتی۔ سنگار وہ کرے جسے اللہ نے صورت نہ دی ہو۔۔۔۔"
جمیلہ: "صدقے جاؤں اس صورت کے مگر اپنے میاں مشٹونٹے تجھ ہی کو دیکھ کے معلوم ہوتا ہے ہمارے بھائی صاحب نے تیرا دماغ اور بھی خراب کر دیا ہے۔"
میم صاحب: "خیر میرا دماغ تو تمہارے بھائی صاحب نے خراب کیا ہے مگر تمہارا دماغ کس نے خراب کیا ہے جو یہ سینہ ورکی بندیا لگائے لگائے پھرتی ہو پکنی ہولی۔ میں پوچھتی ہوں کہ آخر تم تھیں کہاں۔"
جمیلہ: "چولھے بھاڑ میں تھی اور کہاں تھی۔ میرا تو نگوڑا کام ہی ایسا ہے کہ دم لینے کی فرصت نہیں دن بھر دفتر میں دستخط کرتے کرتے نگوڑی انگلیاں شل ہو کے رہ جاتی ہیں۔ اس پر سے طرہ یہ کہ ادھر تحقیقات کو جاؤ۔ ادھر تفتیش کو جاؤ۔ کل ہی دیکھو کہ وہ جو ملیچھ رہیں نا ریاست ٹنڈہ کے ان کی جڑاؤ چوڑیاں۔ کانوں کے جھمکے اور جوہ

دراصل نہ جانے کون ہماری بیچاری موئی ڈکیت لے اُڑی ہے۔ ساری خدائی میں نے چھان مارا مگر اب تک پتہ نہیں ہے ——"

میم صاحب :- ذرا سی بیچاری کو تفتیش جو کرنا پڑی تو گھبرا گئیں۔ گھبرانا ہی تھا تو کپتانی آخر بنی ہی کیوں تھیں کس نے تمہارے ہاتھ جوڑے تھے۔

جمیلہ :- اے ایڑی چوٹی پہ قربان کروں ایسی موئی نوکری اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا ہے کل کی آدمی چپاتی کھائے ہوئے ہوں قسم لے لو جو کھیل بھی اُڑ کر منہ تک گئی ہو"

میم صاحب :- تو کھانا منگاتی ہوں مر ہی نہ جاؤ"

جمیلہ :- نہیں میں تو بات کہتی تھی بس۔ اس وقت تھکی ہاری گھر پر جو پہنچی تو معلوم ہوا کہ گھر والے صاحب سیر سپاٹے کو گئے ہوئے ہیں۔ وردی بھی نہیں اتاری یونہی چلی آئی"

میم صاحب :- ہائے —— ہائے —— توبہ ہے اس نگوڑے کا اور بھی شرم کے مارے بُرا حال ہے۔ نکل اندر سے اور کھانا لا کر لگا میز پر۔ مگر جمیلہ تم کو اس وقت پکچر میں چلنا ہے"

جمیلہ :- کون ہو میں۔ مجھے بھلا کہاں چھٹی۔ یہاں سے ایک آدھ نوالہ کھا کر سیدھی کوتوالی جاؤں گی وہاں سب تھانیدارنیاں انتظار کر رہی ہوں گی"

میم صاحب :- یہ میں کچھ نہیں جانتی تم کو آج تو چلنا ہی پڑے گا۔ اے ہے یہ چوڑیاں تمہاری کیسی اچھی ہیں کہاں سے منگائیں ——"

جمیلہ :- یہ چوڑیاں۔ یہ تو وردی کی ہیں۔ وردی ہی کے اس وقت سارے زیور

پہنے ہوں"

(بوائے آتا ہے)

بوائے:" سرکار ـــــــ وہ میں نے کہا ـــــــ (شرما جاتا ہے)

میم صاحب:" چل دور، موے کی شرم نہ ہوئی دیوانی ہوگئی۔ اب کہہ بھی چک کیا کہہ رہا تھا ـــــــ"

بوائے:" کھانا لگا دیا ہے ـــــــ"

جمیلہ:" شرمایا تو ایسا تھا کہ میں سمجھی کہ اپنی گھر والے کا نام لے رہا ہے"

میم صاحب:" آؤ جمیلہ اب اٹھ بھی چکو مگر یہ سمجھ لو کہ تم کو پکچر میں چلنا ہوگا چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے"

جمیلہ:" کیسی باتیں کر رہی ہو اس وردی میں کسی ہوئی بھلا سینما کیسے جا سکتی ہوں تم ان کو لے جاؤ شوق سے وہ دیکھ آئیں"

میم صاحب:" وہ تو جا ہی رہے ہیں مگر تم کو بھی چلنا ہے۔ اللہ میری جمیلہ بڑی اچھی بیٹا ہے۔ اچھا خیر چلو پہلے کھانا تو کھا لو (دونوں اٹھ کر جاتی ہیں۔ کچھ برتنوں کی کھڑ کھڑ)"

جمیلہ:" اللہ رے تیرے تکلف میں آدمی نہ ہوئی اللہ رے کیا دیو ہوگئی کہ اتنا سامان میرے لئے ہے"

میم صاحب:" تم یہ لو یہ تمہارے بھائی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خاص طور پر پکایا ہے۔ واہ ری عورت لاؤ ادھر پلیٹ"

جمیلہ:" نہ بہن بس میں اس سے زیادہ نہ لوں گی"

میم صاحب:۔ "اچھا ذرا سی خیر مال اور سہی۔ لو تو سہی ———"

جمیلہ:۔ "اے ہے تو کیا میں جان دیدوں کھا کر۔ موئی آدھی چپاتی کی تو خوراک میرا تو اتنے کھانے دیکھ کر ہی پیٹ نگوڑا مارا بھر گیا۔"

میم صاحب:۔ "بوا نے ذرا پوچھنا اندر ان کے گھر میں کہ یہ گھر پر بھی یوں ہی تکلف کرتی ہیں ———"

جمیلہ:۔ "وہ بے چارے کیا بتائیں گے مگر اللہ جانتا ہے پیٹ بھر گیا۔"

میم صاحب:۔ "تو تم نے کھایا ہی بیکار سونگھ لیتیں یہ پولس کی نوکری اور یہ چرکوروں کی سی خوراک۔"

جمیلہ:۔ "اور تمہاری خوراک کونسی ہاتھیوں کی سی ہے۔ تو نگ رہی تھیں بیٹھی ہوئی تم بھی۔"

میم صاحب:۔ "اوہ بارہ بجنے میں دس منٹ رہ گئے اب جلدی کرو۔ دیکھو بوا ئے اندر مردانے میں کھانا ہو گیا ہو تو کہو کہ چلنے کو تیار ہو جائیں اور اس سے رحیمن سے کہو کہ موٹر لگائے۔"

جمیلہ:۔ "مجھے اس وقت نہ لے جاتیں تو اچھا تھا میں سچ کہتی ہوں بہت کام پڑا ہوا ہے ———"

میم صاحب:۔ "اچھا اب اس بارہ باتھ کی للو کو قابو میں رکھو ایک بات میں سننا نہیں چاہتی سمجھیں کہ نہیں میں کب تم سے کہا کرتی ہوں چلنے کو۔"

جمیلہ:۔ "پھر کسی دن سہی مگر آج تو تمہاری قسم اتنا کام ہے کہ میں کیا کہوں ——"

(بوا ئے آتا ہے)

بوائے: سرکار موٹر لگا دیا گیا ہے اور اندر دونوں صاحب تیار ہیں"
میم صاحب: تیار ہیں تو بلاؤ نا ہم دونوں بھی تیار ہی ہیں۔ (بوائے جاتا ہے)
جمیلہ: پھر وہی تم نے کہا ہم دونوں مجھے آج نہ لے جاؤ۔ کہنا سنا کرو تم ہمیشہ کی ضدن ہو تم"
میم صاحب: اچھا نہ جاؤ۔ میں بھی نہیں جاتی۔ چولھے میں جائے موا سینما اور آگ لگے پکچر میں۔ میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ تم ہزاروں نخرے کروگی آج تک کبھی تم نے میری بات مانی ہوتی تو آج بھی مانتیں۔ توبہ بیوی۔ کان پکڑے اب جو تم سے کبھی کہوں"
جمیلہ: خفا ہو گئیں۔ توبہ ہے اللہ۔ ذرا ذرا سی بات پہ خفا ہو جاتی ہو تم تو"
میم صاحب: تم بات ہی ایسی کرتی ہو کیسا میں نے للک کر کہا تھا کہ سینما چلو مگر تم کو ہمیشہ اسی وقت نخرے سوجھتے ہیں جب میں خوشامد کروں۔ آج سے کبھی جو کہوں۔ بھر پایا۔ کان پکڑے۔
جمیلہ: ارے میری بنو۔ اچھا اب ہنس دو نہیں تو میں گدگداتی ہوں۔ چلو میں چلتی ہوں"
میم صاحب: موا دل جلا کے رکھ دیا اب چلی ہیں وہاں سے للو پتو کرنے"
جمیلہ: اچھا اب چپ بھی رہو نہیں تو پھر میں اٹھتی ہوں۔ لو اور سنو بیچاری بیٹھی ہی کے رہ گئیں ——— اٹھو اب وہ دونوں آرہے ہیں"
میم صاحب: آئیے آئیے آپ دونوں چلئے موٹر پر ہم دونوں بھی آرہے ہیں"
جمیلہ: تو چلو ساتھ ہی کیوں نہیں چلتیں گھر والے کے ساتھ جاتے ہوئے شرم

آتی ہے۔"

میم صاحب "اے جناب میں نے کہا سنتے ہیں آپ یہ ٹائی برقعے کے اندر کر لیجئے تو اچھا ہے۔"

جمیلہ "اور آپ بھی ذرا مونچھوں کو باہر نہ رکھیں تو اچھا ویسے میں آپ کی کنیز ہوں۔"

میم صاحب "ان دونوں کو مردانے درجے میں بٹھاؤ گی یا ساتھ۔"

جمیلہ "میں مردانے درجے کی قائل نہیں ہوں۔ مالِ عرب پیشِ عرب ——"

میم صاحب "اچھا بیٹھو تم ادھر باہر کی سیٹ پر آجاؤ۔ دیکھو رحیمن پردہ درست کرو موٹر رہا ہے۔"

(موٹر کے چلنے کی آواز۔ پھر سڑک کا شور و غل۔ موٹر آکر سینما کے پاس رکتا ہے)

جمیلہ "میں ٹکٹ لئے لیتی ہوں۔ تم ذرا ان سواریوں کے پاس ہی رہنا۔"

میم صاحب "تماشہ دیر ہوئے شروع ہو چکا ہے جلدی سے ٹکٹ لے لو۔"

جمیلہ "ابھی لائی۔ (جاتی ہے)

میم صاحب "ارے صاحب کوٹ کا دامن تو اندر کر لیجئے برقعہ کے۔ عینک تو یوں ہی چمک رہی ہے اور ذرا ان سے بھی کہئے اپنے دوست سے کہ ٹائی چھپائیں۔"

مرد "(چپکے سے) ہوا کے مارے برقعہ ہی قابو میں نہیں ہے۔"

میم صاحب "اچھا خیر اب یہاں سینکڑوں عورتوں میں زبان ہی نہ کھول دیجئے۔ ذرا دیر چپ رہنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ نوج بیوی نہ کسی کی شرم نہ حیا ان

مردوں کے دیدوں کا پانی تو جیسے سچ مچ مرگیا ہے۔ ہوائی دیدہ ہیں آج کل کے
مردوئے (جمیلہ آتی ہے)

جمیلہ:- چلو جلدی چلو بہت کچھ تماشہ ہو چکا ہے (سب جاتے ہیں)
(رفتہ رفتہ کسی فلمی گانے کی آواز قریب آتی ہے جو دیر تک ہوتا
رہتا ہے اسی کے درمیان میم صاحب کہتی ہیں)

میم صاحب:- جمیلہ ذرا ان صاحبزادی کو دیکھنا جب سے ہم لوگ آئے ہیں
ان کی نظریں ان برقعوں پر جیسے جم کر رہ گئی ہیں:-

جمیلہ:- اونہہ ہوگا بھی تم تماشہ دیکھو:-

میم صاحب:- اور اس عورت کو تو دیکھو وہ بھی اسی طرف دیکھ رہی ہے جی
چاہتا ہے کہ دیدے پھوڑ دے کم بخت کے:-

جمیلہ:- تم کو آخر اس کی کونسی فکر ہے۔ دیکھ رہی ہے تو دیکھنے دو:-

میم صاحب:- نہیں میں پوچھتی ہوں کہ یہ تماشہ دیکھنے آتی ہیں کہ شریف
گھرانوں کے پردہ دار مردوں کو گھورنے آتی ہیں جیسے ان کم بختوں کے تو باپ
بھائی ہیں ہی نہیں:-

جمیلہ:- توبہ ہے تم سے بھی یہ تم تماشہ دیکھ رہی ہو یا اسی فکر میں ہو:-

میم صاحب:- اے لو انٹرول ہوگیا:-

جمیلہ:- اے ہئے۔ ذرا دیکھنا تمہیں میری قسم یہ کون بیگم صاحب ہیں جو اپنے
مردوے کو مارے فیشن کے بالکل بے پردہ لائی ہوئی ہیں:-

میم صاحب:- اور صورت دیکھو مردوے کی جیسے موا ڈاکو۔ ایسی صورت کو تو کمبخ

بے پردہ نہ کرے؟"

جمیلہ:۔ "نہ صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل۔ نوج بیوی ایسا بھی کیا موا فیشن کہ گھر کے مردوں کا پردہ آڑا دیا جائے۔"

میم صاحب:۔ "اے پردہ تو اب اٹھتا ہی جاتا ہے کچھ دنوں میں سب ہی مردوے سڑکوں پر نکل پڑیں گے۔"

جمیلہ:۔ "نوج سڑکوں پر نکل پڑیں۔ اللہ نکرے ہماری تمہاری زندگی میں ایسا ہو"

(سینما کی گھنٹی بجتی ہے کہ اتنے میں کچھ مردوں کے لڑنے کی آواز آتی ہے)

میم صاحب:۔ "لو اور سنو مردانے درجے میں لڑائی ہو گئی۔"

جمیلہ:۔ "اسی لئے تو میں مردوں کو ساتھ بٹھانا اچھا سمجھتی ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی شریف بیٹیوں داما دوں کا کام ہے کہ وہ اس طرح ہنکار ہنکار کر لڑیں۔"

(لڑائی کی آواز تیز ہو جاتی ہے)

نمبر ا:۔ "تو کیا سمجھا ہے اپنے کو۔"

نمبر ۲:۔ "او۔ تو کیا سمجھتا ہے اپنے کو۔"

نمبر ا:۔ "بلاؤں میں اپنے یہاں کی عورتوں کو۔"

نمبر ۲:۔ "ارے تو میں بھی اکیلا نہیں ہوں میرے یہاں کی عورتیں بھی ہیں۔"

نمبر ا:۔ "تو تم اس جگہ سے نہیں ہٹو گے۔"

نمبر ۲:۔ "قیامت تک نہ ہٹیں گے اور اگر ہمت ہو تو ہٹا کر دیکھ لو۔"

نمبر ا:۔ "اچھا ہٹ تو سہی یہاں سے۔"

نمبر ۲:۔ "خبردار جو ہاتھ لگایا میرے۔"

نمبر ا:- "ابے ہاتھ کے بچے لے"
نمبر ۲:- "ہٹ ادھر ـــــ" (ایک عام شور وغل کے اندر ہی میم صاحب کی آواز نمایاں ہوتی ہے)
میم صاحب:- "اے ہئے اب کیا پڑے ہوئے سویا ہی کروگے دفتر جانا نہیں ہے"
مرد:- (نیند سے ہوشیار ہوتے ہوئے) ایں ـــــ اُنھ ـــــ آخاہ ـــــ"
میم صاحب:- "تم تو کہتے تھے آج دفتر میں معاینہ ہے اور دھوپ چڑھ آئی ابھی تک پڑے اینڈ رہے ہو ـــــ"
مرد:- "اُف ـــــ اوہ ـــــ واقعی دیر ہوگئی ـــــ داڑھی کا پانی شیو کا سامان (گھنٹہ نو بجاتا ہے) ارے یہ تو نو بج گئے۔ لاحول ولاقوۃ، آخر جگایا کیوں نہ گیا اب تک، اب جلدی کرو۔ میں ابھی تیار ہوتا ہوں جلدی کرو، جلدی۔

(جاتا ہے)

آتوار

خراٹوں کی آواز، گھڑی آٹھ بجاتی ہے اس کے بعد پھر خراٹوں کی آواز

قدموں کی چاپ بیوی آتی ہیں۔

بیوی "لو اور سنو، اب تک پڑے ہوئے اینڈ رہے ہیں۔ تمام سر پر دھوپ ہے اور نیند تو کوئی دیکھے کیسی غفلت کی ہے۔ جیسے گھوڑے بیچ کے سوئے ہیں ——— اے میں کہتی ہوں کہ اٹھتے ہو کہ نہیں ——— سنا تم نے ——— اے اٹھو موئی دوپہر ہونے کو آئی"

میاں "اوں ——— اونہ ——— آغ ——— خاہ ——— لاحول ولاقوۃ ——— سونا حرام کر دیا ہے ———"

بیوی "تو کیا بس سوئے جاؤ گے آج۔ منڈی بھی موئی بند ہو جائے گی اور سب گیام پھر پڑے رہ جائیں گے"

میاں:۔ توبہ ہے صاحب، آج اتوار کے دن بھی نیند بھر کے سونے نہیں دیا جاتا۔

بیوی:۔ اچھا تو تم سوؤ۔ مگر میں بھی لکڑیوں کی جگہ اپنے ہاتھ پیر چولھے میں نہ جلاؤں گی، آٹا تک تو گھر میں ختم ہو گیا ہے۔ ہفتہ بھر اتوار کا آسرا دیکھا جائے اور اور اتوار کے دن تم پڑ کے خراٹے لو۔ تو کیا میں گھر کے باہر نکل جاؤں۔ تھوڑی دیر میں ننھی اور اس کے دولہا آتے ہونگے۔ تم کو پڑ کے سونا ہی تھا تو بلاوا کیوں دے بیٹھے۔"

میاں:۔ اچھا صاحب اٹھتا ہوں ذرا۔ تمہاری چیخ پکار میں تو انگڑائیاں لینا بھول گیا۔ خدا خیر کرے کچی نیند اٹھا ہوں دن بھر سر میں درد رہیگا۔"

بیوی:۔ روز چھ بجے دفتر جاتے ہو جب سر میں درد نہیں ہوتا۔ ہاں اتنی دیر دھوپ میں پڑے ہوئے سکتے رہتے ہو۔ درد ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ موئی دو مرتبہ چاء گرم کی گئی اور مٹی ہوئی

میاں:۔ تو آخر کیا بج گیا ہے جو زمین آسمان ایک کئے دیتی ہو مجھے خود آج سیکڑوں کام ہیں مگر اتوار کے دن ذرا اطمینان سے سونے کو دل چاہتا ہی ہے۔"

بیوی:۔ خیر تم میرے کام کردو اس کے بعد چاہے اپنے کام کرو یا پڑ کے سو رہو مجھے سے کوئی مطلب نہیں۔"

میاں:۔ نہانا ایک، ارے، توبہ۔ پہلے بال بنوانا دوسرے نہانا۔ تیسرے آج ارادہ ہے کہ بہت سے خط پڑے ہوئے ہیں جواب دیدوں پھر پھر ٹھیک ہے۔ آج برج اڑے گا گوپی کے یہاں۔ سب وہیں جمع ہونگے

اور پھر سینما ——"

بیوی :- اور گھر کا جو کام ہے وہ گیا چولھے میں۔ گیہوں خرید کر چکی بھجوانا کسی بچے کے پاس گت کے کپڑے نہیں ہیں تم ہی نے کہا تھا کہ اتوار کے دن کپڑے لاؤں گا ننھی کی آنکھیں ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے تم ہی نے کہا تھا وہ تھوڑی دیر میں آتی ہی ہوں گی اپنے دولھا کے ساتھ۔ قمر کا حال بھی کہنا ہے ڈاکٹر سے اور دیکھو میں نے کہدیا ہے کہ آج اگر مٹی کے تیل کا پیپہ نہ آیا تو رات کو چراغ میں بتی بھی نہ پڑے گی۔"

میاں :- اور کچھ یاد کر لیجئے۔ ابھی تو صرف تین ہی چار دن کا کام آپ نے فرمایا ہے دن بھر تو چکی کے نذر ہو جائے گا پھر نہاؤں گا کیا اپنا سر۔ تمام ہفتہ اتوار کا انتظار کیا تھا کہ ذرا دوپہر کو خس کی ٹٹی چھڑک کر سوئیں گے تو آپ نے مٹی کا تیل چھڑک کر مر رہنے کی ترکیب بتا دی۔"

بیوی :- میں کہتی ہوں کہ آخر پھر میں کیا کروں۔ میرے پاس کون سے نوکر چاکر رکھے ہیں جو یہ سب کام کریں۔ ایک موا بورا سا لڑکا ہے کہ شلجم منگاؤ تو کدو اٹھا لائے۔ کل ہی نگوڑے مارے سے مٹی کے تیل کے لئے سمجھا کے کہدیا تھا۔ وہ موا چنبیلی کا تیل اٹھا کرلے آیا۔ اب کہو تو اس سے یہ سب کام کراؤں"

میاں :- تو مطلب تمہارا یہ ہے کہ ہر روز دفتر کی چکی پیسوں اور اتوار کے دن بھی گھن چکر کی طرح ناچتا پھروں۔"

بیوی :- اچھا تو تم کہو تو میں ہی برقعہ پہن کر نکلوں گھر سے۔"

میاں :- اب یہ طعنے شروع ہوئے کبھی تو مجھ کم بخت کولھو کے بیل کے

ساتھ بھی تم نے ہمدردی کی ہوتی۔ اچھا اگر میں مر جاؤں گا تو گھر کا کام کون کرے گا"

بیوی:" خدا نہ کرے۔ دشمن مدعی۔ میں کہتی ہوں کہ آخر یہ موئی کون سی زبان ہے تمہاری"

میاں:" مارے توڑالتی ہو اور مرنے کا زبان سے نام لیا تو چلیں وہاں سے دشمن مدعی کرنے۔ اچھا صاحب فرمایئے کیا کیا آئے گا۔ نہانا دھونا سب گیا جہنم میں۔ اب میرا منہ کیا تک رہی ہو۔ ذرا کاغذ قلم دوات لے کر سب چیزیں لکھدو تو دفعان ہوں میں یہاں سے۔ یہ آخر کدھر گیا کلوا ——— کلوا (زور سے پکارتا ہے) او کلوا کے بچے۔

کلوا:" (دور سے) آرہا ہوں میاں (آتا ہے) میں نہا رہا تھا میاں ———"

میاں:" باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شداد سے ——— آپ نہا رہے تھے۔ اٹھا کے لا قلمدان وہاں سے"

کلوا:" جی ہاں"

میاں:" اب جی ہاں کیا۔ کھڑا ہوا سر ہلا رہا ہے۔ قلمدان اٹھا کے لا"

بیوی:" جس سے لکھتے ہیں وہی اٹھا لا موئے پاگل ———" (کلوا جاتا ہے)

میاں:" یہ نوکر ملا ہے۔ جانور کہیں کا۔ تمام باتیں قسمت ہی سے ہوتی ہیں۔ ننھی کے یہاں کا نوکر کتنا اچھا ہے"

بیوی:" ننھی کے یہاں کی نہ کہو وہاں نوکر پر کیا ہے تمام کام تو ننھی کے دولھا خود ہی درست کر لیتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات کی ان کو فکر رہتی ہے۔

کیا مجال کہ وقت پر کوئی کام نہ ہو۔"

میاں :- "بس دنیا بھر میں ایک نامعقول اگر ہوں تو میں۔ یہی مطلب ہے نا تمہارا؟"

بیوی :- "یہ تو خیر میں نے نہیں کہا۔ مگر تم ہو تو بے پروا ضرور۔"

میاں :- "اسی کو بے پروا کہتے ہیں۔ میں بے پروا ہوں۔ یہی میری بے پروائی ہے کہ روز دفتر میں مرا کرتا ہوں اور اتوار کے دن پیروں میں سنیچر باندھ کر صبح سے شام کر دیتا ہوں ——"

بیوی :- "اچھا خیر تم تو اس وقت بے بات کی بات پر لڑنے کو تیار ہو۔ کلوا آ تا ہی، ارے موئے یہ کیا۔ قلم دان ہے یہ قلمدان ہے۔ اسی سے لکھا جاتا ہے۔"

میاں :- "ستیاناس کر دیا ہے۔ ڈھونڈھ کہیں کا۔ نامیرے سر پر دے مار اب اسے۔ کھڑا ہوا میرا منہ دیکھ رہا ہے۔

کلوا :- "سرکار لکھنے کے لئے۔"

میاں :- "اب چپ۔ لکھنے کا بچہ۔ یہ بھی کسی مرض کی دوا نہیں ہے۔"

بیوی :- "دن بھر موا اسی طرح بھونکوا تا ہے۔ جیسے موا بھیڑیئے کے بھٹ سے نکلا ہے۔ آدمی کو کسی طرف سے معلوم نہیں ہوتا۔ ارے کم بخت وہ جو ہے نا نہیں لمبا سا صندوقچہ سا۔ حمام میں رکھا ہوگا۔"

میاں :- "دبات کاٹ کر سبحان اللہ۔ کیا حسنِ انتظام ہے۔ بے پروا میں ہوں اور قلمدان رکھا جاتا ہے آپ کے یہاں حمام میں۔ غسل فرماتی ہوں گی آپ لکھنے کی میز پر بیٹھ کر۔ اسی کا نام ہے اندھی نگری چوپٹ راج۔"

بیوی :۔ دھوبی کو کپڑے بٹور بٹور کر دے رہی تھی وہیں میں نے کہا لکھتی بھی جاؤں اس موئے سے کہا تھا کہ قلمدان اٹھا لانا مگر یہ تو ہے جانور۔"

کلو :۔ اچھا وہ قلم اور سیاہی کا ڈبہ۔ ہم بھی کہیں کہ قلمدان کیا چیز دوڑتا ہے)

میاں :۔ جنگلی کہیں کا اتنے دن ہو گئے اور قلمدان تک نہیں پہچانتا۔ اب آپ مہربانی فرما کر کاغذ تو اٹھا لائیے نہیں تو وہ خدا جانے سوپ اٹھا لائے یا چھلنی ـــــــ"

(بیگم جاتی ہے میاں بڑبڑاتے ہیں) یہ اتوار ہے ہمارا۔ تمام دن بازار کے چکر لگیں گے۔ دن بھر کی دھوپ سر سے گذرے گی۔ لو لگے گی مگر موت پھر بھی نہ آئے گی۔ (چیختا ہے) اب لا بھی چکو کا غذ (بیگم تیزی سے آتی ہے)

بیوی :۔ لا تو رہی تھی دیکھو کام کا کاغذ تو نہیں ہے۔"

میاں :۔ ہاں! ہاں اب جیل بھی بھجوا دو۔ تم سے دفتر کا بستہ ٹٹولنے کو کس نے کہا تھا کہ سب سرکاری کاغذ نکال لائیں۔"

بھئی ناطقہ بند کر رکھا ہے تم لوگوں نے تو، کلو کی صحبت میں تم بھی دیکھ لینا موزے کی جوڑی کی جگہ انشاء اللہ اگالدان اٹھا لایا کرو گی۔

بیوی :۔ اے خدا نہ کرے میرا دماغ ایسا خراب ہو جائے۔ میں نے تو یہ دیکھ کر اس کاغذ پر بس ایک سطر لکھی ہوئی تھی۔ نکال لائی اسے۔"

میاں :۔ جی ہاں اس ایک سطر میں ایک ہزار روپیہ کا حساب لکھا ہوا ہے رکھئے اسے وہیں اور کوئی بیکار سا کاغذ لائیے نا۔ کسی کاپی وا پی سے نکال کر

(کلوآتا ہے)

کلو:۔ "یہ ہے میاں وہ جس کو آپ نے کہا تھا ــــــ جانے کیا کہا تھا۔"

میاں:۔ "جی ہاں یہی ہے۔ اب اگر تو بھولا کہ اس کا نام قلمدان ہے تو مارتے مارتے الّو کر دوں گا۔ کیا ہے یہ بول۔"

کلوا:۔ "یہ ــــــ قلم ــــــ اور ــــــ

میاں:۔ "قلمدان ــــــ کہو قلمدان۔"

کلوا:۔ "قلمدان ــــــ"

میاں:۔ "اب نہ بھولنا۔ (بیگم کا غذ لے کر آتی ہیں) آئے اب جلدی سے نہ جانے پانی' یہ ہمارا اتوار آیا ہے۔ خدا کی مار ایسی چھٹی پر۔"

بیوی:۔ "اے ہے اس آفت میں سچ مچ مجھ کو خیال ہی نہ رہا۔ چل تو کلوا' ذرا پانی چولھے پر رکھدے۔"

میاں:۔ "پانی رکھدے۔" اب دوپہر کو جائے ملے گی' خیر' اب آپ لکھوائیے تمام چیزیں۔"

بیوی:۔ "لکھو بیس سیر گیہوں۔"

میاں:۔ "بیس سیر گیہوں ــــــ یہ ایک ہفتہ کے ہوئے گویا۔ یہ ہم لوگ آدمی ہیں یا پنچکی ہیں آخر معاملہ کیا ہے۔"

بیوی:۔ "ایک ہفتے کے کیوں ہوئے اور زیادہ چلیں گے۔ مگر میں نے لکھوا دیئے یونہی وقت بے وقت کے لئے۔"

میاں:۔ "اچھا صاحب لکھوائیے اور کچھ وقت بے وقت کے لئے۔ ہوں۔"

بیوی:- چنا لکھو پانچ سیر"

میاں:- "چنا پانچ سیر۔ اس گھر میں گھوڑے بھی بستے ہیں"

بیوی:- "توبہ ہے دال وال کے لئے چاہیئے تھے۔ بیسن بالکل گھر میں نہیں ہے ماش اور ارہر کی دال ڈیڑھ ڈیڑھ سیر مونگ کی دال آدھ سیر۔ کھڑی مسور آدھ سیر"

میاں:- "اب ذرا ٹھہر جائیے۔ قلم آپ کی زبان سے بندھا ہوا تو ہے نہیں۔ میرے ہاتھ میں ہے۔ ماش اور ارہر کی دال ڈیڑھ ڈیڑھ سیر یعنی دو سیر یہ اور ڈیڑھ سیر وہ ——— اور ———"

بیوی:- "مونگ کی دال آدھ سیر۔ کھڑی مسور آدھ سیر"

میاں:- "میاں اچھا صاحب، آدھ سیر ——— اور"

بیوی:- "دلی مسور آدھ سیر۔ کھڑے ماش آدھ سیر، کھڑے مونگ آدھ سیر۔"

میاں:- "اور بھی کچھ دالیں باقی ہیں"

بیوی:- "بڑیاں مونگ کی پاؤ بھر، بڑیاں ماش کی پاؤ بھر"

میاں:- "دیکھو کچھ نہ رہ جائے از قسم غلہ"

بیوی:- "نہیں بس یہ ختم"

میاں:- "خیر، شکریہ آپ کا۔ تو بس"

بیوی:- "اب مصالحہ لکھو، ہلدی۔ دھنیا۔ کھٹائی۔ مرچ۔ نمک (دروازہ پر دستک)

میاں:- "کون ہے بھئی۔ کلوا آواز دیتا ہے، ابے او کلوا۔ دیکھ ذرا باہر کون ہے"

بیوی:- "کہیں ننھی اور ان کے دولھا تو نہیں آگئے۔ ذرا دیکھنا تو کیا بجا ہے"

میاں:- "دس بجنے میں دس منٹ (کلوا آتا ہے)

کلوا: "میاں وہ ہیں۔ کیا نام ان کا۔ دیکھیے وہ"

میاں: "(ڈانٹ کر) ابے کیا نام ہے بول جلدی"

باہر سے آواز: "بھائی صاحب میں ہوں عزیز"

بیوی: "عزیز، ننھی کے دولھا"

میاں: "لاحول ولا قوۃ (آواز دے کر) آجاؤ نا بھائی۔ تمہارا انتظار ہی تھا"

(عزیز اور ننھی گھر میں داخل ہوتے ہوئے) آداب عرض بھائی صاحب۔ تسلیم آپا"

میاں: "جیتے رہو ادھر نکل آؤ عزیز میاں"

بیوی: "آؤ ننھی تم میرے پاس آجاؤ۔ ے کلوا یہ تانگہ والے کو کرایہ دے آ"

(کلوا جاتا ہے)

عزیز: "کہیے آج تو اتوار ہے۔ جب ہی اطمینان سے بیٹھے ہیں"

میاں: "ہاں، یعنی، نہیں بھئی کچھ کام کر رہا تھا۔ اور ان کو بھی کچھ جنس وغیرہ منگانا تھی۔

عزیز: "اچھا تو یہ کہئے آج گھرداری ہو رہی ہے"

میاں: "گھرداری کیا ہو رہی ہے جان عذاب میں ہے۔ ہفتہ بھر کے بعد چھٹی کا ایک دن ملے اور وہ بھی اس جھک جھک کے نذر ہو جائے نون، تیل، لکڑی، آدمی نہ ہوئے گھن چکر ہو گئے"

عزیز: "اوہو، آپ تو گھر کے کاموں سے سخت عاجز معلوم ہوتے ہیں"

میاں: "یعنی یہ عاجز ہونے کی باتیں ہیں"

ننھی :۔ "دولھا بھائی ہمارے گھر کے کاموں سے ہمیشہ عاجز رہے"
عزیز :۔ "یہ اصل میں تربیت کی بات ہے"
میاں :۔ "کیا مطلب۔ یعنی تربیت کیسی"
عزیز :۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو شروع ہی سے گھر کے معاملات سے بیگانگی رہی ہو گی"
بیوی :۔ "ہمیشہ سے یہی حال ہے ان کا"
میاں :۔ "یہ گھر کے سب کام گویا کوئی اور آ کے کر جاتا ہے"
عزیز :۔ "خیر کام تو کسی نہ کسی طرح ہو ہی جاتا ہے۔ مگر آپ تو اس وقت سخت پریشان معلوم ہوتے ہیں"
بیوی :۔ "ابھی تو سو کے اٹھے ہیں۔ منہ بھی نہیں دھویا"
عزیز :۔ "اچھا اب اٹھے ہیں دس بجے"
بیوی :۔ "ہاں کوئی گھنٹہ بھر ہوا ہو گا۔ اسی کی پریشانی ہے اور چڑچڑے ہو رہے ہیں"
میاں :۔ "پھر وہی۔ ارے صاحب چڑچڑا اس لئے ہو رہا ہوں قلمدان مانگو تو نوکر صاحب سلیٹ اٹھا کر لائیں قلمدان ڈھونڈا جائے تو وہ ملے حمام میں"
ننھی :۔ "کیا کہا حمام میں"
میاں :۔ "جی ہاں آپ کی ہمشیرہ معظمہ جو ہیں نا اُن کا دفتر واقع ہوا ہے حمام شریف میں"
عزیز :۔ "صاحب یہ حمام میں قلمدان کی ایک ہی رہی"

ننھی :۔ "ہمارے یہاں تو ایسی کوئی بے تکی بات ہو جائے تو یہ سارا گھر سر پر اٹھا لیں۔"

عزیز :۔ "ہاں بے شک میں تو یہ نہیں دیکھ سکتا کہ قلمدان حمام میں ہو اور صابن دانی لکھنے کی میز پر۔"

میاں :۔ "یہی تو میں بھی پوچھ رہا ہوں کہ آخر اس گھر کا نقشہ کیا ہے۔"

بیوی :۔ "اب چلے ہیں وہاں سے باتیں بنانے غصہ اس پر ہے کہ ساڑھے آٹھ بجے میں نے سوتے میں اٹھا کیوں دیا اتوار تھا تو دن بھر سونے دیتی۔"

میاں :۔ "اچھا خیر یہی سہی، تو بھی میرا کونسا قصور ہوا، کیوں بھئی عزیز کیا چھٹی کے دن آرام کرنے کو تمہارا دل نہیں چاہتا۔"

عزیز :۔ "جی ہاں دل کیوں نہیں چاہتا۔ مگر آرام یہی ہے کہ دفتر کے کام سے نجات مل جاتی ہے اور اپنے بال بچوں میں انسان رہتا ہے اور اپنے گھر کے کام کرتا ہے۔"

میاں :۔ "خیر، خیر، مطلب یہ کہ اگر وہ ذرا زیادہ سوئے تو آخر کونسا جرم ہے۔"

ننھی :۔ "یہ تو چھٹی کیا معنی آندھی آئے۔ پانی برسے کچھ بھی ہو۔ پانچ بجے ٹہلنے ضرور چلے جاتے ہیں۔"

میاں :۔ "پانچ بجے۔ تو بھئی تم علاج کیوں نہیں کرتے۔ یہ دماغ کی خشکی کوئی اچھی چیز تو ہے نہیں۔"

بیوی :۔ "لو اور سنو، بس یہی ان کی بے تکی باتیں ہوتی ہیں۔"

عزیز :۔ "یہ دماغ کی خشکی کی ایک ہی رہی میں تو بچپن سے اندھیرے منہ اٹھنے کا عادی ہوں۔"

میاں :- "تو مطلب یہ کہ تم کو اتوار کے دن کم سے کم یہ چکی تو پیسنا نہیں پڑتی۔ تم اپنا اطمینان سے یہاں تک چلے تو آئے میاں بیوی' اور ایک میں ہوں کہ آج انشاء اللہ دم مارنے کی مہلت نہ ملے گی۔"

عزیز :- "تو کیا یہ سب کام آپ مہینہ کے پہلے اتوار کو نہیں کر لیتے۔"

بیوی :- "توبہ کرو' اِن کو اتوار کے دن سونے یا دوستوں میں تاش کھیلنے سے ہی کب فرصت ہوئی ہے۔"

عزیز :- "تاش ؟"

ننھی :- "کیا دولہا بھائی تاش بھی کھیلتے ہیں۔"

میاں :- "تاش نہیں تو اپنا سر کھیلتا ہوں۔ کبھی دوست احباب میں بیٹھ کر ایک آدھ گھنٹہ ہرج ہو گیا تو اس کا نام رکھا گیا ہے تاش۔"

ننھی :- "ان کو اس قسم کی باتوں سے جیسے نفرت ہی سی ہے بالکل۔"

بیوی :- "اے ہے بس یہی نہ کہنا نہیں تو ابھی بگڑ جائیں گے۔ میں نے تو اس موئے منحوس کھیل کے لئے کہنا ہی چھوڑ دیا ہے۔"

میاں :- "کم سے کم تم نے ننھی سے یہی سبق لیا ہوتا کہ وہ کبھی اپنی قسمت کا رونا تمہاری طرح نہیں روتی جب کی اس نے اپنے میاں کی تعریف ہی کی مجھے تو سچ پوچھو عزیز کی قسمت پر رشک ہے۔"

بیوی :- "تم عزیز کی قسمت پر رشک کرو۔ مگر میں نے آج تک نہیں کہا کہ مجھ کو ننھی کی قسمت پر رشک ہے حالانکہ اگر میں کہتی تو کچھ جھوٹ بھی نہ تھا پہلے کوئی عزیز کا جیسا سگھڑ تو ہو لے ؟"

میاں:۔ اور مجھ میں تو سینکڑوں عیب ہیں مثلاً اتوار کے دن ذرا سو رہتا ہوں مثلاً اگر دوستوں نے مجبور کیا تو ذرا تاش کھیل لیتا ہوں۔ ہاں مجھ کو لگی لپٹی باتیں کرنا نہیں آتیں جیسی عام طور پر شوہر کیا کرتے ہیں بیویوں کے ساتھ۔ مگر مقدر کو کیا کروں' اچھا خیر' لائیے وہ کہاں گئی آپ کی فہرست"۔

بیوی:۔ ابھی اس میں کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ بس دالیں اور گیہوں ہی تو لکھے گئے ہیں"۔

ننھی:۔ اور دولھا بھائی میرے لئے چشمہ کا بھی آپ کو انتظام کرنا ہے آج ہی آنکھیں بالکل خراب ہو کر رہ گئی ہیں۔ آپ کے دوست وہ ڈاکٹر کس وقت ملیں گے"

میاں:۔ وہ ـــــــ وہ اس وقت کہاں' مزے میں برج اُڑا رہے ہوں گے اور مجھے کوس رہے ہوں گے آج اتوار کا دن ہے کوئی وہ میری طرح گھر کے خدمتگار تو ہیں نہیں"۔

عزیز:۔ تو ان سے کوئی اور وقت مقرر کر لیا جائے نا"

میاں:۔ بھئی اگر اس وقت انہوں نے مجھے دیکھ ہی پایا تو بس پکڑ لیں گے تاش کھیلنے کے لئے۔ اور سب کام دھرا رہ جائے گا۔ شام کو جاؤں گا ان کے پاس۔ اس وقت تو اس جھگڑے کو نپٹا لینے دو۔ کہاں لگ گئیں بتاو نا اور چیزیں میرے کفن دفن کی"۔

ننھی:۔ خدا نہ کرے دولھا بھائی آپ تو سچ مچ عورتوں کی طرح کوسنے بھی سیکھتے جاتے ہیں"۔

عزیز:۔ بہنی خدا کا شکر ہے کہ ہمارے گھر میں کبھی یہ قیامت برپا نہیں ہوتی"

بیوی :"تمہارے یہاں کیا دنیا جہان میں نہ ہوتی ہوگی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ کیا میں گھر کے باہر نکل جاؤں۔ ان سب کاموں کے لئے۔ نوکر رکھا تو موا ایسا ـــــ وہ دیکھو، دیکھ رہی ہو ننھی ؟ موا چولھے کے پاس بیٹھا اس گرمی میں اونگھ رہا ہے۔

میاں :" تو یہ بھی میرا قصور ہے۔ اونگھ رہا ہے نوکر اور اس کی ذمہ داری بھی میری ہی گردن پر ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس گھر میں اب جہنم کا مزہ آنے لگا ہے"

عزیز :" بھئی ہمارا گھر تو خدا کے فضل سے جنت ہے"

میاں :" بات یہ ہے کہ تم کو ملی ہے ننھی کی سی بے زبان بیوی"

بیوی :" ننھی کو ملا ہے عزیز کا سا فرشتہ شوہر"

میاں :" اور تم کو میں شیطان ملا ہوں گویا ـــــ لاحول ولا قوۃ"

ننھی :" (ہنس کر) دوڑیئے بھی تو دولھا بھائی"

میاں :" کیا بات، کیا کہا"

عزیز :" (ہنس کر) بڑی شریر ہو۔ (پھر ہنس کر) ان کا مطلب یہ ہے کہ لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ تو آپ بھی بھاگئے نا"

میاں :" میں سچ کہہ رہا ہوں کہ یہ میں ہی تھا جس نے ان مسماۃ کے ساتھ نباہ کر کے دکھا دیا کوئی شوہر تو شوہر بیل بھی اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا میں کر لیتا ہوں اور پھر سست کا سست اور بے پرواہ"

بیوی :" اچھا تو اب تم ہی فیصلہ کرو عزیز میاں کہ میں ان باتوں کے لئے آخر

کس سے کہا کروں۔ جو یہ سویرے سے جز بز ہو رہے ہیں، اور بات بات پر کوسا کاٹی ہو رہی ہے۔"

میاں:۔ "اجی چھوڑ دیہ فیصلہ ویصلہ۔ فیصلہ ہو گا اب قیامت میں تم تو مجھے بتاؤ کہ اور کیا کیا کام ہیں دھوپ بڑھ رہی ہے آج دن بھر بھوکا پیاسا فاقے سے تو کے تھپیڑے کھاؤں گا یہ ہے ہمارا اتوار، منحوس کہیں کا، یہ چھٹی ملی ہے ہم کو، شہ۔"

بیوی:۔ "تو تم رہنے دو میں اسی کلوا کو بھیج کر ننھی کے یہاں سے غفور کو بلوائے لیتی ہوں وہ لادے گا تم نے تو ناحق کی آفت مچا رکھی ہے۔"

عزیز:۔ "ارے صاحب میں حاضر ہوں۔ مگر بھائی صاحب یہ ہے بڑی بری بات کہ آپ گھر کے کام سے گھبراتے ہیں۔"

میاں:۔ "یعنی عجیب دماغ کے آدمی ہو تم بھی گھبرا کون نامعقول رہا ہے مگر ذرا کاموں کی فہرست تو دیکھو اور یہ اتوار کا ایک دن دیکھو۔ میاں خطِ غلامی لکھوا لو جو اتنا کام ایک دن میں کوئی مائی کا لال کر دے۔ یہ چلے ہو تم وہاں سے باتیں بنانے۔"

ننھی:۔ "دولھا بھائی ان کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنا ہی جیسا سب کو سمجھتے ہیں کہ کیا مجال جو دو گھڑی آرام بھی کر لیں۔ یہ چیز رکھ وہ اٹھا۔ یہ جھاڑ وہ بھار۔ بس دن بھر یہی سب کیا کرتے ہیں۔"

بیوی:۔ "گھر اسی طرح بنتا ہے ہمارے یہاں کی طرح تھوڑی کہ یہ دیکھو مہینوں سے یہ موا لوٹا ٹپک رہا ہے اب تو نگوڑ مارا فوارہ ہو گیا ہے۔ اچھا خاصہ کہتے

کہتے زبان تھک گئی کہ قلعی گر کو دے کر مستی جوش کرادو۔"

میاں:- اب شکایتوں کے دفتر کھول کے بیٹھو گی یا سودا بتاؤ گی لانے کے لئے۔ یہ شکایتیں تو زندگی بھر کی ہیں خدا مجھے موت بھی نہیں دیتا۔"

بیوی:- لو دیکھ لو یہ ہے زبان۔"

عزیز:- توبہ، توبہ۔"

ننھی:- نوج بیوی۔"

میاں:- یعنی آپ حضرات کے نزدیک بھی قصوروار ہوں تو میں ہی، سچ ہے گھٹنے پیٹ ہی کی طرف جھکتے ہیں۔ اچھا صاحب میرا ہی قصور ہے میں ہی خطاوار ہوں گولی ماردیجئے آپ سب مل کر۔ اتوار تو غارت کر ہی دیا اور میں تو اب رات کو بھی جو سو جاؤں تو جوجور کی سزا دہ میری۔"

عزیز:- بھائی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے۔"

میاں:- جی ہاں معلوم ہے۔ میں گھاس کھا گیا ہوں اس لئے آرہا ہے۔ دوسرے میں آپ کی طرح کا فرشتہ نہیں ہوں۔ انسان ہوں۔"

عزیز:- جی نہیں آپ کو غصہ اس لئے آرہا ہے کہ ایک دم سے سب کام آج ہی آپ پر پڑ گیا ہے۔ اگر ہفتہ بھر تھوڑا تھوڑا کام آپ کرتے رہتے تو آج یہ بار نہ ہوتا اور میری طرح آج آپ کو بھی چھٹی ہوتی۔"

بیوی:- نہیں روز تو یہ ہوتا ہے کہ دفتر سے آئے اور تھک کر پڑ رہے، اب کیا مجال جو ان کو کوئی اٹھائے کسی کام کے لئے۔ اب ہوئے اتوار کا انتظار کرتی

ہوں جو آج ہے اور یہ آفت مچائے ہوئے ہیں۔"

میاں:۔ بھئی میں اپنا سر پیٹ لوں گا۔ آخر آفت کیا مچائی ہے میں نے۔ یوں بدنام کرنا ہے تو ان دونوں سے کیا کہہ رہی ہو ڈھنڈورہ پیٹو شہر میں، اتوار میرا غارت ہوا یا تمہارا۔ تمہارا کیا ہے تمہارے کام تو ہو ہی جائیں گے۔ البتہ میرے سب کام گئے اب سات دن کے لئے۔"

عزیز:۔ یعنی آپ کے بھی کچھ کام تھے ابھی۔"

میاں:۔ دیکھ رہے ہو میری صورت ریچھ ہونے کے قریب پہنچ گیا ہوں، اُس اتوار کو بیگم صاحب کا حکم ہوا تھا کہ خالو آپا کے یہاں چلو لہٰذا حجامت ندارد آج کا اتوار یوں جا رہا ہے غسل خانے کی زیارت پندرہ دن سے نہیں ہوئی ہے۔ یوں ہی کپڑے بدل لیتا ہوں ارادہ تھا کہ آج ذرا سینما دیکھوں گا مگر یہ تمام باتیں ہوتی ہیں مقدر سے ـــــ"

ننھی:۔ دولہا بھائی کی باتیں بھی سچ مچ (ہنستی ہے)

میاں:۔ ہنس رہی ہو ننھی۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے پھر تم کہو گی کہ گیا تو نہیں۔"

عزیز:۔ بھائی صاحب ہنسی کی تو بات ہی ہے آپ نے جو مصائب اپنے بیان کئے ہیں اُن سے کلیجہ شق ضرور ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری باجی پہ کیونکر ہوئی کیا وہی آپ کی حجامت بھی بنا دیا کریں ـــ"

میاں:۔ بھئی تمہاری یہی ہٹ دھرمی زہر لگتی ہے۔ حجامت نہ بنا دیا کریں مگر مہلت تو دیا کریں مجھ بدنصیب کو۔"

بیوی:۔ اور تو جیسے تمہیں پکڑے بیٹھی ہی رہتی ہوں۔"

عزیز:۔ "نہ۔ نہ۔ نہ اس کو یوں سمجھئے کہ دیکھئے میں بھی سرکاری ملازم ہوں مگر حجامت بناتا ہوں اور صرف اتوار کو نہیں بلکہ روز بناتا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ میرے بیوی بھی ہے اور آپ کی دعا سے سب وہی عذر ہیں جو آپ کو ہو سکتے ہیں مگر۔"

میاں:۔ "بھئی کہہ تو دیا کہ میں خطاوار ہوں۔ کمینہ ہوں۔ مردود ہوں اب تم بھی دو مجھ کو یعنی آپ سب کے سب ایک طرف ہو گئے۔ گویا خطا ہے تو بس میری۔"

ننھی:۔ "نہیں دولھا بھائی بات یہ ہے کہ آپ ان کی طرح اگر وقت پر کام کیا کریں تو اتوار کا دن آپ کے لئے ایسا مصروف دن نہ ہو۔"

بیوی:۔ "اے وقت پر کام۔ وقت پر کام تو یہ ہوتا ہے کہ دس بجے رات کو ڈاڑھی بنانے کا خیال آیا تو بنا ڈالی نہیں تو بڑھ رہی ہے ہفتوں، کوئی پوچھنے ہی والا نہیں۔ سونے آئے تو تمام تمام دن سو لئے اور نہیں سوئے تو رات رات بھر تاشوں کے نذر کر دی حد تو یہ ہے کہ کھانے پینے کا ہوش نہیں ہے۔"

میاں:۔ "مجھ کو کھانے پینے تک کا ہوش نہیں ہے۔ ارے اب کیوں منہ کھلواؤ گی تم۔ میاں عزیز صبح کی چائے ابھی تک نصیب نہیں ہوئی۔۔۔"

ننھی:۔ "کیا سچ مچ ——— کیوں آپا کیا اب تک چائے نہیں دی تم نے۔"

بیوی:۔ "ذرا ان سے یہ پوچھو کہ کس وقت سو کر اٹھے ہیں۔"

عزیز: "اگر بھائی صاحب آپ چائے کے وقت کے بعد سو کر اٹھے ہیں تو آپ کو شکایت کا کوئی حق نہیں ہے۔"

ننھی: "نہیں واہ یہ بھی کوئی بات ہے چائے تو ہر صورت میں تیار ملنا چاہیئے تھی۔"

میاں: "خدا تمہارا بھلا کرے۔ مگر میں جو کہوں تو صاحب گنہگار۔"

عزیز: "خیر یہ آپ کی زیادتی ہے۔ آخر وہ کب تک چائے دم کیے بیٹھی رہتیں آپ کے لئے اور آپ کو دیر میں سو کر اٹھنے کا سبق آخر کیوں کر ملتا۔"

ننھی: "خیر: رہنے بھی دیجئے آپ ایسے ایسے سبق اگر میں دینے پر تل جاتی تو آج آپ بھی یونہی فرنٹ ہوتے۔"

میاں: "وہ تو میں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ تم میں اور تمہاری بہن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

عزیز: "مگر صاحب میں اس معاملہ میں باجی کا طرفدار ہوں۔"

بیوی: "نا بھیا میرے طرفدار بن کر تم ان سے دشمنی کیوں لو گے۔"

ننھی: "جناب دیکھئے یاد آگیا مجھے اگر سبق ہی دینا ہوتا تو اس دن جب رات کو بارہ بجے ــــــ"

عزیز: "ارے۔ ارے یہ کیا واہیات ہے۔ یعنی ہم یہاں یہ جھگڑا دیکھ رہے تھے یا اپنے جھگڑے لے کر بیٹھ گئے۔"

ننھی: "بناوٹ کی باتیں رہنے دیجئے اب۔ سچ مچ بھائی صاحب فرشتہ ہیں گیارہ بجے تک چائے نہیں ملی اور چپ ہیں۔ ایک آپ ہیں۔ ذرا دیر جو آج چائے میں ہوئی تو بگڑنے لگے۔ میں اب باجی ہی کے یہاں چلائے ہیوں گا میرا

کیا ہے اینٹھ گئے میری جوتی سے اب پیو یہاں چائے دھری ہے"
بیوی "بڑی بدتمیز ہو تم ننھی یہ میاں سے باتیں ہو رہی ہیں۔ تو کیا بھیا تم نے سچ مچ چائے نہیں پی میں ابھی بناتی ہوں تمہارے لئے ــــــ"
ننھی "اور میں دولھا بھائی آپ کے لئے ایک پیالی بنا لاؤں"
میاں "تم کیوں تکلیف کرو گی بیٹا ــــــ افسوس ایک بہن تم ہو اور ایک ــــــ ادھر"
عزیز "مگر مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ یہ زہر تم یوں اگلو گی، خیر ــــــ"
ننھی "لو وہ آپا تو پہنچ بھی گئیں۔ تو دولھا بھائی میں لاتی ہوں چائے (جاتی ہے)
میاں "کتنی شریف لڑکی ہے"
عزیز "کیا اخلاق ہے باجی کا"
میاں "بھئی قصہ اصل میں یہ ہے کہ یہ دونوں با اخلاق اور شریف ہیں۔ قصور کچھ ہم ہی دونوں کا ہے۔
عزیز "نہیں صاحب ماننا پڑے گی آپ کی بات کہ اتوار کبھی ہم لوگوں کو راس نہیں آسکتا ہے"
عزیز "صبح سے یہی جھک جھک تھی گھر پر۔ غم غلط کرنے یہاں آئے چشمہ کا بہانا لے کر تو یہاں بھی بیگم صاحبہ سے آخر ضبط نہ ہو سکا۔
میاں "(آواز دے کر) ارے چھوڑ دو جائے ــــــ یہاں سب بھانڈا پھوٹ گیا"

(دونوں باتیں کرتی ہوئی آتی ہیں)

ننھی: "سویرے سے یہی آفت ہے۔"
بیوی: "صبح سے یہی جھگڑا ہے۔"
میاں: "یہ دونوں سگی بہنیں ہیں۔"
عزیز: "ہم دونوں کا آج اتوار ہے۔"

(دونوں کے قہقہے)

کون جیتا

(دور سے دو بچوں کے جن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تالیاں
بجانے کھیلنے کودنے کی آوازآ رہی ہے۔ اتنے میں بیوی میاں سے کہتی ہیں)

بیوی :۔ میں نے کہا سنتے ہو۔ دیکھ رہے ہو اپنی لاڈلی کی حرکت پکڑ کے ننھے کے بال ہلا دیئے"

میاں :۔ ارے بچے تو لڑا ہی کرتے ہیں۔ وہ بھی تو ننھی کی مرمت کر دیتا ہے جب چاہتا ہے"

بیوی :۔ وہ تو بہن کی مار کھا کر ہنسا ہی کرتا ہے اور اگر کہیں وہ پھول کی چھڑی بھی چھوا دے تو پھر دیکھو اس ننھی کا فیل زمین آسمان ایک کر دے"

میاں :۔ یہ تو بالکل تمہارا اثر ہے کہ خود چاہیں جتنی بڑی بات بھی کہدیں زبان کے آگے خندق جو ٹھہری مگر میں اگر کچھ بول دوں تو بس چیخنا پیٹنا۔ بڑبڑانا، بدبد اور اگر بس چلا تو ٹسوے بہانا سب ہی کچھ شروع ہو جاتا ہے"

بیوی:۔ ہاں اور کیا ایسے ہی تو یہ بے چارے سیدھے ہیں۔ میں تو خود ہی ہر وقت زبان میں تالا ڈالے بیٹھی رہتی ہوں کہ نہ جانے کون سی بات جہاں پناہ کے مزاج کے خلاف ہو جائے۔"

میاں:۔ دیکھو دیکھو اب اپنے صاحبزادے کو بھی دیکھ لو اتنی زور کا گھونسہ مارا ہے کہ میں نے یہاں سے دھمک سنی ہے۔"

بیوی:۔ اس کو بھی تو دیکھو کیسا منہ چڑا رہی ہے۔ اتنی سی فلتنی اور یہ شرارت ڈانٹ دو نا آخر یہ کیا بدتمیزی ہے۔

(بچوں کی آواز اور قریب آ جاتی ہے دونوں ایک دوسرے سے جلدی جلدی کہہ رہے ہیں۔ تو خود۔ تو خود۔ تو خود۔ تو خود)

میاں:۔ ذرا یہ دروازہ چپکے سے بھیڑ دو معلوم تو ہو یہ لڑائی ہے کس بات پر۔"

(بچے لڑتے ہوئے نزدیک آ جاتے ہیں)

ننھا:۔ تیرے ابا کالے کلوٹے بیگن لوٹے، میری اماں چاند چاند۔"

ننھی:۔ تیری اماں کا منہ ایسا ہے دیکھ، ای، ای، ای، (منہ چڑاتی ہے)

ننھا:۔ تیرے ابا کا منہ خود ایسا۔ بڑے بڑے دانت۔ میری اماں تو صابن لگاتی ہیں روز۔"

ننھی:۔ جی ہاں بڑے آئے وہاں سے۔ میرے ابا خود ڈاڑھی بنانے کا صابن لگاتے ہیں۔ میرے ابا کے پاس تو بائیسکل ہے۔"

ننھا:۔ اور میری اماں کے پاس جناب کپڑے سینے کی مشین ہے۔"

ننھی:۔ بڑے آئے وہاں سے سینے کی مشین ہے۔ میرے ابا جناب بہت سے

روپے کما کر لاتے ہیں۔"
ننھا "میری اماں کے پاس خود روپے رہتے ہیں۔ کل مانگ رہے تھے آپ کے ابا میری اماں سے روپے (آواز بنا کر جیسے فقیروں کی سی) اللہ کے نام پہ روپے دیدو۔"
ننھی "جی ہاں آپ کی اماں خود بھیک مانگتی ہوں گی۔ میرے ابا ہی تو سب لاکر دیتے ہیں۔"
ننھا "بڑے ان کے ابا۔ میری اماں نے کل مجھے دو اکنیاں دیں۔"
ننھی "جی ہاں۔ میرے ابا نے مجھے اس دن چونی دی تھی۔ پھر میرے بالوں کا لال لال فیتہ لائے تھے۔ رے ٹھینگا۔ رے ٹھینگا۔"
ننھا "تو خود رے ٹھینگا۔ ماروں گا ایسا کہ پیں پیں کرتی بھاگے گی۔ اور کہدونگا اپنی اماں سے۔"
ننھی "جب ہی جانیں۔ کہو تو سہی تم بھلا۔ میں بھی ابا سے تمہاری کٹمس کراؤنگی۔"
ننھا "بڑے آئے ان کے ابا مارنے والے۔ میری اماں نے جہاں اُن کو آنکھ دکھائی بس رہ جائیں گے میاں جی اپنا منہ لے کر۔"
ننھی "جی ہاں جیسے میرے ابا ڈرتے ہی تو ہیں ان کی اماں سے اس دن بندر آگیا تھا تو ننگے پیر بھاگی تھیں کوٹھری میں اور میرے ابا نے ایک ڈانٹ جو دی تو بندر میاں بھاگے دم دبا کے۔ اور کیا۔"
ننھا "میری اماں تو جب ان کو ڈانٹتی ہیں تو بس کھڑے ہوئے بسورا کرتے ہیں۔"
ننھی "آپ کی اماں تو ہر وقت جلی بھنی رہتی ہی ہیں۔ جب دیکھو منہ سوجا ہوا

ہے میرے ابا ہر وقت ہنستے رہتے ہیں۔ مجھ سے باتیں کرتے ہیں کھیلتے ہیں میری ساتھ"
ننھا:" اور جناب میری اماں کے پاس پیارا پیارا نکلس ہے۔ بندے ہیں، کلائی
کی ننھی سی گھڑی ہے۔ آپ کے ابا کے پاس تھینگا"
ننھی:" میرے ابا کے پاس قلم ہے عینک ہے۔ اچھا اچھا قلمدان ہے۔ آپ کی
اماں کے پاس ٹھینگا"
ننھا:" اچھا چپ نہیں رہے گی تو پھر ماروں گا ایک گھونسہ"
ننھی:" بڑے آئے مارنے والے۔ میں خود ماروں گی"
(ننھی دوڑ کر ایک گھونسہ مار دیتی ہے ننھا بھی دوڑتا ہے)
ننھا:" اچھا رہ تو جا مار ڈالوں گا میں تجھے"
(اتنے ہی ماں کی آواز سنائی دیتی ہے وہ چیخ رہی ہیں)
بیوی:" اری او فتنی۔ ٹھہر تو سہی۔ نہ ننھے نہ بیٹا جانے دے"
میاں:" او ننھے کے بچے خبردار جو ہاتھ اٹھایا۔ اٹھا کے پٹخ دوں گا یہ یاد رکھنا۔
آجاؤ بیٹی ادھر"
بیوی:" بس یہی بے تکے دلار مجھے اچھے نہیں لگتے۔ دیکھ رہے ہیں کہ مار کے
بھاگی ہے اس کو اور پھر اسی کی طرفداری ہو رہی ہے"
میاں:" اس سے اس طرح لڑے گا تو وہ ضرور ماریگی کیوں کہا تھا اس نے مانیکو"
بیوی:" وہ مارے گی تو پچاس دفعہ وہ بھی مارے گا۔ واہ اچھے دلار ہیں یہ تو"
میاں:" غارت کر کے رکھ دیا ہے صاحبزادے کو نہ پڑھنے کے نہ لکھنے کے۔ میں
پوچھتا ہوں کہ یہ دو اکنیاں کیوں دی گئی تھیں اس کو"؟

بیوی :۔ یہ تو اچھی زبردستی ہے صاحب۔ خود جو اپنی لاڈو کو چار چار آنے چپکے چپکے دیدئیے جاتے ہیں تو وہ کچھ نہیں۔ میں نے اس کو دو آنے دیدیئے تو بڑی آفت آگئی"

میاں :۔ میں نے۔ میں نے اس کو چونی دی تھی ہنڈکلیا پکانے کے لئے۔ گھر گرہستی کا شوق بچوں میں پیدا کرنے کے لئے اور آپ کے صاحبزادے لائے ہونگے کنکوا، ڈور یا گولیاں، کھیلنے کے لئے کیا اٹھان اٹھ رہی ہے۔ واہ، واہ۔ واہ"

بیوی :۔ اس کی اٹھان تو جیسی اٹھ رہی ہے اس کو دیکھ لینا تم۔ مگر صاحبزادی کو تم اپنے لاڈ پیار میں دو کوڑی کا بھی نہ رکھو گے۔ ابھی سے بڑوں کو مارنے کی تعلیم مل رہی ہے۔ پرائے گھر کی چیز اور یہ لڑکی ذات کے ڈھنگ"

میاں :۔ بھئی میں نے پچاس مرتبہ کہدیا ہے کہ ننھی کے متعلق اس قسم کی باتیں تم نہ کہا کرو۔ وہ تمہاری سوتیلی لڑکی نہیں ہے۔ جو یہ طعن تشنیع کرتی ہو اس پر"

بیوی :۔ اور ننھا تو جیسے تمہارا سوتیلا ہی لڑکا ہے کہ آج تک اس نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ باپ نے بھی کبھی پیار سے ہاتھ رکھا ہو سر پر"

میاں :۔ جی اور کیا میں جلتا ہی تو ہوں اس سے جلیسے۔ بات یہ ہے کہ ننھی کھول دیتی ہے والدہ صاحبہ کی قلعی"

بیوی :۔ بس رہنے بھی دیجئے یہ سب باپ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ لونڈیا کو سر چڑھا کر دو کوڑی کا نہیں رکھا تم نے نہیں تو بھلا ماں کو یہ ایسی باتیں کہتی، نہ کچل دیا جاتا اس کا"

میاں :۔ بجا ارشاد ہوا۔ شاید صاحبزادے کی رائے اپنے باپ کے متعلق آپ بھول گئیں۔ کالا کلوٹا میں ہوں۔ بڑے بڑے دانت میرے ہیں۔ جھک منگا

میاں ہوں۔ جن صاحبزادے کی نظروں میں باپ کی یہ عزت ہو ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔"

بیوی:۔ "تو کیا میں نے اس کو سکھا دیا ہے۔"

میاں:۔ "بیگم صاحب سکھاتا کوئی نہیں ہے۔ یہ تو صحبت کا اثر ہے۔ جو وہ ماں کی رائے سمجھتا ہے وہی کہتا ہے۔ نہیں تو مجال تھی کہ لڑکا باپ کو یہ سب کچھ کہہ جائے۔"

بیوی:۔ "تو پھر یہ کہو نا کہ صاحبزادی نے جو کچھ سیکھا ہے وہ سب اپنے ابا جان سے سیکھا ہے میں تو یہ کہتی ہوں کہ میں غصہ ور تھی۔ بھولی سو جی رہتی تھی مجھ میں لاکھ عیب تھے۔ مگر میرے ماں باپ نے آکر ہاتھ تو جوڑے نہیں تھے کہ خدا کے لئے اس لڑکی کو سمیٹ لو (دروازہ پر دستک)

میاں:۔ (بلند آواز سے) کون ہے؟ جاؤ تو بیٹی دیکھو کون آیا ہے (لڑکی جاتی ہے)

بیوی:۔ "معلوم ہوتا ہے جیسے میں سر ہی تو منڈھ دی گئی ہوں۔"

میاں:۔ "اب خدا کے لئے ذرا دیر چپ ہو جاؤ نہ معلوم کون آیا ہے۔"

بیوی:۔ "مجھ ہی میں برائیاں تھیں مجھ سے تنگ آ گئے تھے تو بابا اپنی ہی ناک کہتے۔"

میاں:۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں کہتا ہوں کہ اب آئے گئے بھی یہ بنکار سنیں تمہاری آخر مطلب کیا ہے تمہارا۔

(لڑکی آتی ہے اور دور سے کہتی ہوئی آتی ہے)

ننھی:۔ ابا میاں۔ نانا جان بھی ہیں اور نانی جان بھی دونوں آرہے ہیں۔"

میاں:۔ لیجئے ایک نہ شد دو شد (قدموں کی چاپ) آداب عرض کرتا ہوں

خالو جان، خالہ جان تسلیم! ادھر آجائیے۔"
بیوی:۔ دبی ہوئی آواز میں، "تسلیم! ——"
نانا جان:۔ جیتے رہو بھئی بیٹھو نا بٹن۔ ارے واہ میری بیٹی اتنی دور کھڑی ہو۔"
نانی جان:۔ یہ ہوتا ہے بچپن کی تعلیم کا اثر کہ دو بچوں کی ماں ہو گئی مگر سلام دعا تک کا ڈھنگ نہ آیا —"
نانا جان:۔ اونہہ —— لغویت۔ مہمل بات —— آؤ بیٹی ——"
بیوی:۔ اماں میں نے تو خود تسلیم کی تھی یوں کہنے کو تو آپ کا جو جی چاہے کہہ لیجئے۔"
نانی جان:۔ نابیوی نا۔ میں نگوڑی کس حیثیت کی ہوئی ہوں جو تم کو آدھی بات بھی کہوں مگر اتنا جانتی ہوں کہ ایسا فرشتہ میاں نہ مل جاتا تو باوا کی تعلیم آٹھ آٹھ آنسو رلاتی، میں کوئی تمہاری دشمنی سے نہیں کہہ رہی ہوں۔"
نانا جان:۔ حماقت کی گفتگو۔ لغویت۔ مہمل سب کچھ۔ بس۔ ہاں بیٹی تو بکنے دے ان کو یہ تو سٹھیا گئی ہیں۔"
نانی جان:۔ ارے بیٹا یہ تم کھڑے کیوں ہو میرے لعل بیٹھ جاؤ نا۔ اللہ جانتا ہے کہ اپنی اولاد سے زیادہ تو تم نے داماد ہو کر کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے آؤ ادھر بیٹھ جاؤ۔"
میاں:۔ خالہ جان اس کو ننھی کو تو دیکھئے کیسا ٹر ٹر آپ کو دیکھ رہی ہے۔"
نانی جان:۔ ارے۔ ارے۔ ارے میری گڑیا ہے یہ تو چھبری ہے میری۔ مجھے دیکھتے ہی جھک کر ننھے ننھے ہاتھوں سے سلام کیا بھئی سلطان دولھا تم چاہے برا مانو مگر تمہارے لڑکے تو لڑکی کی تمیز دار ہے۔"
نانا جان:۔ ارے میرا ننھا بہادر بیٹا ہے میرا۔ اس کے لئے بھی ننھا سا

گھوڑا مل جائے تو بس۔ ٹخ، ٹخ، ٹخ، ٹخ۔ کرتا پھرے ——"

نانی جان:۔ "منی سی پالکی بنوا دوں گی اپنی بیٹی کو۔ اور گڑیا کے گہنے ہاں"

نانا جان:۔ "یہ بیٹا آج چپ چپ کیسا ہے اُوں؟"

بیوی:۔ "ہزاروں تو باتیں سن کے بیٹھا ہے چپ نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا"

نانا جان:۔ "آئیں۔ اتنی سی جان اور ہزاروں باتیں۔ یہ ہوں گے عقل کے دشمن میاں سلطان دولہا کبھی جو اس شخص کو عقل چھو بھی جائے ——"

نانی جان:۔ "لو اور سنو۔ اے میں کہتی ہوں کہ حواسوں میں ہو کہ نہیں بس صاحبزادی کا بیان سنا اور لگے اپنی ہانکنے —— بیٹا تم بتاؤ سلطان دولہا کیا بات ہے"

میاں:۔ "خالہ جان بات وات کچھ نہیں ہے۔ صاحبزادے کی وہ اٹھان اُٹھ رہی ہے کہ میں تو حیران ہوں کہ اس کا آخر نتیجہ کیا ہوگا"

نانی جان:۔ "ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے تم بیٹا اس معاملہ میں کسی کی ایک نہ سنو اولاد کو کھلاؤ سونے کا نوالہ مگر دیکھو شیر کی نگاہ۔ لاڈ پیار دشمنی کے برابر ہوتے ہیں۔ دیکھ لو نمونہ موجود ہے کہ صاحبزادی کی یہ عمر ہونے کو آئی مگر ڈھنگ، کچھ بھی نہ سیکھے ——"

بیوی:۔ "اماں آپ تو ناحق کے لئے میرے پیچھے پڑکر رہ گئی ہیں۔ کونسا بے ڈھنگا پن کیا ہے میں نے آپ کی سی عادتیں ہوتیں کہ ابا کی آپ جوگت بنا کر رکھ دیتی ہیں تو اس گھر میں ایک دن کے لئے بھی گذارہ نہ ہوتا"

میاں:۔ "یہ ماں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ لاحول ولا قوۃ ——"

نانا جان:۔ ٹھیک کہتی ہے وہ۔ تم کہتے ہو لاحول ولا قوۃ۔ اور میں کہتا ہوں کہ ٹھیک کہتی ہے۔ ایک ایک لفظ ٹھیک کہتی ہے ——"

نانی جان:۔ بس یہی باتیں سنوانے لائے تھے صاحبزادی سے۔ میں کہہ رہی تھی کہ میں نہ جاؤں گی مگر ذلیل جو کرانا تھا۔ یہ دن دیکھنے سے پہلے کم بخت موت نہ آ گئی۔"

میاں:۔ خالہ جان خدا نہ کرے آپ اس قسم کی باتیں نہ کیجئے۔"

بیوی:۔ خود ہی تو آپ اس قسم کی باتیں ہمیشہ کرتی ہیں اور پھر میں جو کچھ کہوں تو یہ کوسا کاٹی شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے آخر آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

نانی جان:۔ دیکھ رہے ہو۔ اب تو کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی جو لڑکی اپنی ماں کے ساتھ یوں زبان لڑائے گی وہ بھلا میاں کو کیا خاطر میں لا سکتی ہے۔ وہ تو کہو سچ مچ میاں ہے بے زبان اللہ میاں کی گائے۔"

بیوی:۔ اسی میں تو دادا صاحب کا دماغ خراب ہوا ہے۔ نانا نک بڑی بڑی چھوٹی چھوٹی تک باتیں سنواتے ہیں یہ تو ہے میری اس گھر میں عزت۔"

نانا جان:۔ یہ کیا لغویت۔ اوں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ کیا جہلیت ہے آخر؟

نانی جان:۔ بیٹی یہ تو بد لاحت جیسا بویا ہے ویسا ہی کاٹو گی تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نے تو ماں کے دل میں آرے ڈالے ہیں اور تمہارا کلیجہ اولاد کی طرف سے ٹھنڈا رہے گا۔"

نانا جان:۔ یہ کیا فضول اور بے معنی گفتگو ہو رہی ہے۔ تم کو چاہئے کہ اس وقت تین کا دن ہاتھ میں تو وہ بہت آزردہ خاطر نظر آ رہی ہے۔"

نانی جان:- "یہ چونچلے تم ہی کو مبارک رہیں۔ زندگی بھر صاحبزادی کی جوتیاں کھلوا کھلوا کر آن کو شیر تو کر دیا۔ اب اور کیا چاہتے ہو۔ اپنے گھر پر آئی ہوئی ماں کے ساتھ یہ کیسا اچھا سلوک کیا ہے اولاد نے"

نانا جان:- "مگر والدین کا فرض اولین یہ ہے کہ ــــــ"

نانی جان:- "بس بس رہنے دو تم اپنے ارض فرض کو بھر پایا۔ نوج بیوی جو کسی کی ایسی اولاد ہو"

بیوی:- "میں تو ابا آپ جانتے ہی ہیں کہ ماں کی محبت سے ہمیشہ ہی محروم رہی"

نانا جان:- "میں جانتا ہوں۔ مجھے بخوبی علم ہے کہ تو ــــــ"

نانی جان:- "بیٹی کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے تم اب بیٹھے رہو۔ میرا تو قدم اب یہاں ایک منٹ بھی نہیں ٹک سکتا۔ بیٹا سلطان دولھا تم ذرا مجھ کو پہنچا دو"

نانا جان:- "شوہر کے ساتھ خود اپنے برتاؤ پر آج تک اس نیک بخت نے نظر ثانی نہیں کی اور دوسروں سے شکایت ہے ؎

اس قدر دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
جس قدر کرنا ملامت اور کو آسان ہے

نانی جان:- "میں نے کہا سلطان دولھا تم نے سنا نہیں بیٹا ذرا مجھے پہنچا دو"

میاں:- "مگر خالہ جان اس گھر پر کچھ میرا حق بھی تو ہے"

نانا جان:- "اچھا بیٹی اب میں چلوں گا"

بیوی:- "نہیں ابا جان آپ بیٹھئے"

نانی جان:- "اس وقت پہنچا دو مجھ کو بیٹا۔ یا کہو تو میں خود اکیلی چلی جاؤں"

میاں :۔ "ٹھہریئے تو سہی۔ میں چل رہا ہوں۔ مگر ——"

نانا جان :۔ (چپکے سے) "بیٹی اب مجھے جانے دو۔ ورنہ جانتی ہو اپنی ماں کو"

میاں :۔ (چپکے سے) "خالہ جان میں پہنچا تو دوں مگر اپنی صاحبزادی سے واقف ہو"

نانا جان :۔ "ارے صاحب ان برخوردار کو رہنے دو۔ میں تو خود چل رہا ہوں"

(قدموں کی چاپ)

ننھی :۔ (پکار کر) "نانی جان پالکی ——"

ننھا :۔ (پکار کر) "نانا جان گھوڑا ——"

(نانا جان اور نانی جان دونوں ہم آواز ہو کر)

ہاں، ہاں، ضرور، ضرور ——

(قدموں کی چاپ دور جا کر غائب ہو جاتی ہے)

میر صاحب کی عید

"گولہ چھوٹنے کی آواز اور اسی کے ساتھ ایک عام شور وغل اور "چاند ہو گیا' چاند ہو گیا" کی صدائیں 'یکایک میر صاحب کی ملازمہ دوڑی ہوئی آتی ہے اور میر صاحب کو خبر کرتی ہے"

گلشن :- میاں ۔ میاں تسلیم ۔ بیوی ۔ بیوی تسلیم "

میر صاحب :- کیا چاند ہو گیا"

گلشن :- جی ہاں میاں ۔ میں نے خود دیکھا بہت باریک ہے ۔ میاں تسلیم"

بیوی :- کہاں ہے ۔ کدھر ہے ۔ مجھے تو سوجھتا ہی نہیں"

میر صاحب :- اری گلشن ذرا میری عینک تو دینا"

گلشن :- لیجئے میاں وہ ہے کھجور کے اوپر مسجد کے دونوں میناروں کے بیچ میں"

میر صاحب :- لاحول ولا قوہ یہ تو پڑھنے کی عینک ہے اس سے چاند کیا

دکھائی دیگا۔"

بیوی۔" ہاں ہاں میں نے دیکھ لیا۔ گلشن ذرا ننھے کو لا میں اس کی صورت دیکھوں گی۔"

گلشن۔" بیوی ننھے میاں کو تو گھسیٹے لے گیا ہے چاند دکھانے آپ میری صورت دیکھ لیجئے نا۔"

بیوی۔" چل دور۔ ہٹ یہاں سے۔ اے جی سنتے ہو ذرا تم ہنستی ہوئی صورت بناؤ تو میں تمہارا منہ دیکھوں۔"

میر صاحب۔" یعنی میں۔ واللہ ہے کہ میں تو یوں ہی ہنس مکھ ہوں تم شوق سے میری صورت دیکھو۔ مگر مجھے بھی تو چاند دکھاؤ۔"

بیوی۔" دیکھو جی میں نے چاند دیکھ کر تمہارا منہ دیکھا ہے دیکھوں یہ مہینہ کیسا بھاگوان گذرتا ہے۔"

میر صاحب۔" مگر وہ چاند ہے کدھر۔"

بیوی۔" وہ دیکھو انگلی کی سیدھ میں کھجور کے بالکل اوپر۔"

میر صاحب۔" اچھا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ مگر وہ کھجور کدھر ہے۔"؟

بیوی۔" بس تو تم دیکھ چکے چاند۔" دلڑ کا دوڑتا ہوا آتا ہے۔

لڑکا۔" ابا ابا ——— اماں۔ اماں۔"

بیوی۔" تو میرا چاند بھی آگیا۔"

لڑکا۔" اماں ہم نے چاند دیکھ لیا۔ ابا وہ بہت دور ہے۔ آپ نے دیکھا۔ وہ دیکھئے۔"

میر صاحب:- ارے تو مجھ ہی کو کیوں نہ دیکھ لوں تو بھی چاند ہے"
بیوی:- میرا چاند"
لڑکا:- تو اماں کل عید ہے نا"
بیوی:- ہاں میرے چاند کل عید ہے کل میرا چندا عید گاہ جائے گا وہاں سے کھلونے، مٹھائیاں اور نہ معلوم کیا کیا لائے گا"
میر صاحب:- مگر بیگم میرے کپڑے وپڑے ابھی نکال کر رکھ دو ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے"
لڑکا:- اور اماں میرے کپڑے بھی"
میر صاحب:- ہاں صاحب میرے بیٹے کے کپڑے سب سے پہلے نکالو"
گلشن:- بیوی میں ذرا اپنا دوپٹہ رنگ لوں"
بیوی:- ہاں اور کیا تیری عید سب سے زیادہ ضروری ہے"
گلشن:- اے واہ بیوی تو کیا میرے دل ہی نہیں ہے"
میر صاحب:- نہیں صاحب ہے کیوں نہیں سب سے بڑا تو تیرا ہی دل ہے مگر سن تو سہی نیک بخت کہیں میرے نہانے کا پانی تیار کرنے میں دیر نہ کر دینا۔ اور دیکھو بیگم مجھ کو ذرا جلدی ہی اٹھانا"
بیوی:- تم اٹھ چکے سویرے"
میر صاحب:- بھلا کوئی بات بھی ہو آخر کیوں نہ اٹھوں گا میں اچھا تو یوں سہی کہ میں تم کو اٹھاؤں گا"
بیوی:- نہیں اٹھایا نہ ہو۔ میں نہ اٹھاؤں تو شاید تم دو تین دن تک سو کر

نہ اٹھوؤ"

میر صاحب "بھئی واللہ یہ بھی ایک ہی رہی۔ میں دن چڑھے تک سوتا ضرور ہوں مگر کل عید بھی تو ہے"

بیوی "اچھا دیکھوں تم مجھے اٹھاتے ہو یا میں تم کو"

میر صاحب "رہی سیر سیر بھر امرتیوں کی شرط۔ مگر نہانے کا پانی کپڑے اور جوتا وغیرہ سب تیار رہے سویرے"

لڑکا "اور اماں میرا جوتا؟"

میر صاحب "ارے ہاں بیٹا ذرا مجھے تو اپنا نیا جوتا دکھا دے"

لڑکا "لے آؤں اٹھا کے"

میر صاحب "اور نہیں تو کیا میں نے دیکھا ہی نہیں اپنے بیٹے کا جوتا"

بیوی "جا بیٹا جا، لا کے دکھا دے اپنے ابا کو"

میر صاحب "للو کی ماں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کم بخت گلشن صبح پانی تیار نہ کرے ذرا تم خود تاکید کر دینا اور وہاں میری وہ جامہ وار کی نئی شیروانی تو تم اسی وقت نکال کر رکھ دو"

بیوی "اب اس وقت تو مجھ سے کچھ نہ ہوگا روزہ کھول کے یوں ہی ہاتھ پیر سنسنا رہے ہیں"

میر صاحب "کہیں صبح یہ نہ کہو کہ ہاتھ پیر پھیلائے دیتے ہو بات یہ ہے کہ ذرا جلدی ہی جانا چاہئے"

بیوی "ہاں ہاں سویرے جب سب چیزیں تم کو تیار نہ ملیں جب ہی کہنا۔

میں تو کہتی ہوں کہ تمہارا اتنے سویرے اٹھنا ہی مشکل ہے۔"

میر صاحب :" پھر وہی۔ یعنی میں کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ کل عید ہے۔ ذرا تڑکے اٹھنا چاہیئے۔"

لڑکا :" آبا یہ دیکھئے جوتا۔ اس میں میں نے ڈوری ڈالدی ہے۔"

میر صاحب :" بھئی واہ، وا، واہ مگر سویرے جلدی سے اُٹھ کر تیار بھی ہو جانا نہیں تو عید گاہ کیسے چلو گے۔"

بیوی :" وہ تو یوں ہی اندھیرے منہ اٹھا کرتا ہے۔"

میر صاحب :" مگر اسے بھی ذرا جلدی سے تیار کر دینا ایسا نہ ہو کہ میرے ساتھ عید گاہ نہ جا سکے۔"

بیوی :" اچھا، اچھا تیار ہو جائے گا۔ مگر اب اس سے کہو کہ آج جلدی سو رہے تڑکے اٹھنا بھی تو ہے۔"

میر صاحب :" میں تو تم سے بھی یہی کہتا ہوں۔"

بیوی :" اچھا خیر تم سو رہو۔ میں بھی دروازہ بند کرا کے لیٹتی ہی ہوں۔"

میر صاحب :" مگر گلشن سے ذرا سویرے اٹھنے کی تاکید کر دینا اور گھسیٹے سے بھی کہلوا دو کہ کل عید ہے ذرا تڑکے تیار ہو جائے بچے کا ساتھ ہوگا اسے بھی تو ساتھ لے جاؤں گا نا۔"

بیوی :" اچھا میں سب سے کہلوا دوں گی۔ تم اب لیٹ جاؤ۔"

تھوڑا وقفہ۔ پھر کچھ خراٹوں کی آوازیں۔ رات کا ماحول، پہرہ دارو کی صدائیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں۔ صبح کے وقت مرغ اذان

دیتا ہے اور میر صاحب کی بیوی ان کو بیدار کرتی ہیں۔
بیوی: "اے میں کہتی ہوں کہ اب بھی اٹھو گے یا برس برس کے دن یونہی پڑے ہوئے اینڈا کرو گے۔ رات کو تو اتنی تیاریاں تھیں اور اس وقت کسی طرح اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔"
میر صاحب: "لاحول ولاقوۃ کیا خواب تھا۔ سونا دشوار کر دیا ہے۔ کیسا اچھا خواب تھا۔"
بیوی: "اے چولہے میں گیا تمہارا دوپہریا کا خواب موا۔ اب عیدگاہ بھی جاؤ گے یا بس پڑے ہی رہو گے۔"
میر صاحب: "یعنی عیدگاہ بھی اس قدر تڑکے۔ ابھی وہاں آخر ہوگا کون ابھی تو کوئی سوکر بھی نہ اٹھا ہوگا تم تو واللہ ہے کہ للو کی ماں کمال کرتی ہو۔"
بیوی: "تم ہی نے تو کہا تھا کہ تڑکے اٹھا دینا۔"
میر صاحب: "مگر میں نے یہ کب کہا تھا کہ ایک سرے سے سونے ہی نہ دینا اور آدھی رات کو اٹھا دینا۔"
بیوی: "ساڑھے سات بجنے کو آئے تمام دھوپ پھیل رہی ہے یہ تمہارے یہاں ہوگی آدھی رات۔ اچھا اب اٹھو" (لڑکا دوڑتا ہوا آتا ہے)
لڑکا: "اماں کیا ابا اب تک نہیں اٹھے۔"
میر صاحب: "ارے تو کبھی اٹھ بیٹھا اتنی جلدی۔"
لڑکا: "میں تو نہا بھی چکا۔ میں نے تو کپڑے بھی بدل لئے۔ نیا جوتا بھی پہن لیا نئی ٹوپی بھی پہن لی۔"

میر صاحب:- "ارے، ارے، ارے، دیکھوں تو تجھے اور کیا تو اتنے سویرے نہا یا ہے۔ کیا للو کی ماں اتنے سویرے اسے تم نے پانی سے نہلا یا ہے۔"

بیوی:- "نہیں چار سے نہلا یا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ وہ تمہارا ایسا ہو کہ پانی سے بھاگے اور نہانے سے ڈرے۔"

لڑکا:- "ابا تو اب چلئے نا عیدگاہ۔ بڑی دیر ہو گئی۔"

میر صاحب:- "نہیں بیٹا ابھی تو بہت جلدی ہے۔ ذرا دھوپ اور پھیل جائے تو میں لحاف سے نکلوں۔"

لڑکا:- "سب لوگ عیدگاہ جا رہے ہیں۔"

میر صاحب:- "جانے دے بیٹا ان سب کو عیدگاہ میں بیٹھ کر یہ سب سردی کھائیں گے۔"

بیوی:- "اچھا تو اب اٹھو بھی۔ تم کو بھی تو تیار ہونا ہے۔"

میر صاحب:- "ہاں صاحب اٹھنا تو ہے ہی۔ مگر کیا عید کی خوشی میں آج حقہ بھی غائب۔"

بیوی:- "حقہ ہوا تو نہیں معلوم کب سے بھرا ہوا رکھا ہے جل بھی گیا ہو گا۔"

میر صاحب:- (حقہ پی کر) "ایں۔ یہ تو مدتیں ہوئیں جل چکا شاید رات ہی کو بھروا کر تم نے رکھ دیا تھا۔"

بیوی:- "اچھا تو اب دوسرا حقہ بھروائے دیتی ہوں مگر تم اب اٹھو۔"

(لڑکا کھڑکی کے باہر جھانک کر دیکھتا ہے اور میر صاحب کے

کمرے میں ٹریفک کی آوازیں آتی ہیں۔ لاریاں۔ موٹریں، تلنگے
سب عید گاہ کی طرف جا رہے ہیں تانگہ والے اور لاری والے
شور مچا رہے ہیں؛ عید گاہ ایک سواری، عید گاہ ایک سواری۔
دو آنے سواری۔ لڑکا وہیں سے کہتا ہے،

لڑکا: "دیکھئے سب چلے جا رہے ہیں۔ وہ شدّو کے ابا شدّو کو لے کر گئے، اے
حمید بھی جا رہا ہے۔ سب جا رہے ہیں ——— ابا اب اٹھئے"
بیوی: "اب میں کھینچتی ہوں تمہارا لحاف"
میر صاحب: "دیکھو بیگم تمہیں میری قسم یہ غضب نہ کرنا میں لحاف سے رفتہ
رفتہ نکلنے کا عادی ہوں ورنہ اب تک فالج میں مر چکا ہوتا"
بیوی: "دور پار۔ کیا موئی زبان ہے برس برس کے دن بھی یہ بدشگونی"
(پھر کچھ ٹریفک کی آواز لڑکا پھر کہتا ہے)
لڑکا: "وہ تین موٹر گئے۔ ابا اٹھئے اب"
میر صاحب: "ارے تو جانے دے موٹروں کو تو کیا ٹھیکہ دار ہے سب کا
بہت سے لوگ رات ہی کو چلے گئے ہوں گے عید گاہ"
بیوی: "بس تم پڑے پڑے باتیں بنائے جاؤ اور بستر نہ چھوڑو، جا چکے تم عیدگاہ"
میر صاحب: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ لحاف کے باہر موسم کیسا ہے"
بیوی: "چلو ہٹو نہ سردی نہ کچھ اب تم سردی کو دیکھو گے تو جا چکے"
میر صاحب: "خیر جانا تو ہے ہی مگر سردی کا خیال بھی کرنا ہی پڑتا ہے"
بیوی: "اچھا تو تم لیٹے ہوئے سردی کا خیال کئے جاؤ"

میر صاحب :- نہیں صاحب میں اٹھتا تو ہوں ہی مگر وہ حقہ کیا ہوا آخر"
بیوی :- (آواز دیتی ہے)۔ گلشن، اری او گلشن"
گلشن :- لا رہی ہوں بیوی حقہ"
میر صاحب :- بس حقہ آیا نہیں کہ میں اٹھا مجھے بھی اب کوئی دیر ہے"
گلشن :- لیجئے حقہ۔ ارے میاں تو اب تک لیٹے ہیں اور غسل خانے میں پانی رکھا ہوا ٹھنڈا ہو رہا ہے"
میر صاحب :- ارے تو کیا نیک بخت تو نے یہ سمجھا تھا کہ میں اس سردی میں اس وقت اندھیرے منہ اٹھکر نہاؤں گا"
بیوی :- اچھا تو کیا آج عید کے دن بھی نہ نہاؤ گے۔ اے میں کہتی ہوں کہ تم کو آخر ہوا کیا ہے"
میر صاحب :- بھئی یہ کون کہتا ہے کہ نہاؤں گا نہیں مگر اس سردی میں اور اس وقت بھلا تم خود غور کرو (حقہ پیتے ہیں)
بیوی :- اچھا نہاؤ یا نہ نہاؤ میں کچھ نہیں جانتی۔ تین مہینہ سے نہائے نہیں تھے میں سمجھتی تھی کہ عید کے بہانے نہا بھی لیں گے"
میر صاحب :- ہاں صاحب نہاؤں گا اور ضرور نہاؤں گا مگر اس میں کیا حرج ہے۔ کہ عید گاہ سے واپس آکر ذرا اطمینان سے دل لگا کر نہاؤں گا"
بیوی :- اور بغیر نہائے تم عید گاہ بھی ہو آؤ گے"
میر صاحب :- یہ تو ٹھیک ہے مگر دیر بھی تو ہو گی"
بیوی :- توبہ ہے اور اگر آج ذرا جلدی نہا لو گے تو تمہاری عزت میں کوئی

بٹہ لگ جائیگا۔"

(لڑکا پھر کھڑکی کے پاس سے کہتا ہے،

لڑکا: "سب جا چکے اب کوئی نہیں جا رہا ہے۔"

میر صاحب: "تو پھر اب ہم جائیں گے اپنے بیٹے کو لے کر۔"

بیوی: "اچھا اتار دو اب لحاف نہیں تو میں اب کھینچتی ہوں۔"

میر صاحب: "لحاف تو کب کا اتر چکا ہوتا مگر اس سردی میں نہانے کا ذکر کر کے تم نے لحاف کو اور بھی میرے جسم سے چمٹا دیا ہے۔"

بیوی: "اچھا تو لو (لحاف کھینچتی ہے،

میر صاحب: "ارے، ارے، رے، تمہیں واللہ۔ تمہیں میری قسم یہ نہ کرنا واللہ ہے کہ سردی لگ جائے گی چھینکیں آنے لگیں گی میں خود ابھی اتارے دیتا ہوں تم چھوڑ دو تو سہی۔"

بیوی: "اچھا تو اٹھو اب تم خود۔"

میر صاحب: "بس ابھی اٹھا۔ ایسے مزے میں اس وقت حقہ آرہا ہے کہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔"

بیوی: "اے آگ لگے اس موئے حقہ میں۔"

میر صاحب: "حقہ اور آگ بھئی واہ، واہ واہ کیا بات کہی ہے چشم بد دور بھی تو باتیں ہیں تم میں للّو کی ماں۔"

بیوی: "دیکھو میں نے کہدیا ہے کہ تم اس وقت مجھ کو جلاؤ نہیں۔"

میر صاحب: "اہا ہا۔ حقہ۔ آگ اور پھر جلاؤ نہیں۔ واللہ ہے للّو کی ماں

تم تو شاعر ہوتی جاتی ہو۔"

لڑکا ت دُھنکتا ہے) آبا۔ اونہہ، ہنہہ، ہنہہ۔"

بیوی۔"برس برس کے دن بچّے کو رُلوا رہے ہو۔ نہ میرا چاند تو اپنا دل نہ کڑھا یہ نہ گئے تو میں تجھ کو گھسیٹے کے ساتھ بھیجوں گی۔"

میر صاحب۔"بھئی واللہ ہے کہ کیا ترکیب سوچی ہے بہت خوب اگر یہی ہے تو پھر مجھ کو اس سردی میں اس قدر ناوقت کیوں لحاف سے نکالو گی۔"

بیوی۔"وہ تو تم خدا سے چاہتے ہو کہ کسی طرح اس وقت عیدگاہ کا جانا ٹل جائے مگر میں نے بھی کہہ دیا ہے کہ اگر آج ننھے کو لے کر عیدگاہ نہ گئے تو اچھا نہ ہو گا اللہ رکھے جس کا باپ ہو وہ نوکروں کے ساتھ عیدگاہ جائے۔"

میر صاحب۔"تو یہ کس مردود نے کہا ہے کہ عیدگاہ نہ جاؤں گا البتہ ذرا دیر سویر کا خیال ہے۔"

بیوی۔"دیکھ رہے ہو کہ وہ کھڑا ہوا کیسا بسور رہا ہے۔"

میر صاحب۔"وہ تو ہے گدھا۔ میں بس اٹھا آپ۔"

بیوی۔"بس اٹھا۔ بس اٹھا۔ نو بجنے کو آئے اور ان کا بس اٹھا ہے کہ کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتا۔"

میر صاحب۔"اچھا تو یہ بتاؤ کہ لحاف اتار کر اٹھنے کی کیا ضرورت ہے لحاف اوڑھ کر کیوں نہ اٹھوں ——"

بیوی۔"اور لحاف اوڑھ کر نہا بھی لینا۔"

میر صاحب۔"ہا ہا ہا —— تم تو خوش مذاقی کر رہی ہو اور میں دیکھتا ہوں کہ

سردی واقعی بہت ہے۔"

بیوی:۔"ہاں بس ایک ان کے لئے سردی ہے اور تو کوئی آدمی ہی نہیں ہے۔"

لڑکا:۔" اونہہ۔اوں۔اونہہ۔ اونہہ۔"

بیوی:۔"نا میرا چاند نا برس برس کے دن رونا نہیں۔"

میر صاحب:۔"اس کو سردی لگ رہی ہوگی کھڑکی کھولے ہوا میں کھڑا ہے۔"

بیوی:۔" نہ کہیں سردی لگ رہی ہے عید گاہ جانے کے لئے بیقرار ہے۔"

میر صاحب:۔" کمال کرتی ہو بیگم تم یعنی ابھی لحاف کا ذرا سا کونا ہٹ گیا تھا تو معلوم ہوا برف کا طوفان لحاف کے اندر گھس آیا اور تم کہتی ہو کہ اس کو سردی نہیں لگ رہی ہے۔اِسے ضرور سردی لگ رہی ہے۔کیوں بیٹا سردی لگ رہی ہے نا۔"

لڑکا:۔" سردی کہاں ہے جو لگے۔آپ تو چلتے ہی نہیں عید گاہ۔اوں، اوں، اوں"

بیوی:۔"تم اس وقت اس کو رلاؤ گے اور دیکھ لینا کہ اگر آج وہ رویا تو میں بھی زمین آسمان ایک کردوں گی واہ یہ بھی بھلا کوئی بات ہے۔"

میر صاحب:۔" ارے صاحب تم کو تو جیسے کچھ اس وقت مجھ سے ضد سی ہو گئی ہے اچھا لاؤ ذرا کوئی چادر اور دو تو اٹھوں میں۔"

بیوی:۔" توبہ ہے لو چادر بھی لو مگر تم اٹھ تو چکو کسی طرح۔"

میر صاحب:۔"(اٹھتے ہوئے) اُف اُف ــــــ اُف۔کس قیامت کی سردی ہے واللہ ہے کہ دانت سے دانت بجے جاتے ہیں۔"

بیوی:۔" اے اور کیا نہ دسمبر نہ جنوری اور ان کے دانت ابھی سے بجنے لگے۔"

میر صاحب:۔ "تو گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں تم کو کیا معلوم کہ نقلی دانت نومبر ہی سے بجنا شروع ہو جاتے ہیں۔"

بیوی:۔ "اچھا تو اب بجا بھی چکو اپنے دانت اور کسی طرح تیار تو ہو جاؤ۔"

میر صاحب:۔ "واللہ ہے کہ للو کی ماں اگر دو تین دن اسی سردی میں اتنے ہی تڑکے عیدگاہ جانا پڑے تو میں اکڑ کر رہ جاؤں۔"

بیوی:۔ "ہاں ہاں تم ٹھیک کہتے ہو اب کون تم سے سر کھپائے تم کسی طرح جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

میر صاحب:۔ "ارے صاحب اب تیاری میں کیا دیر ہے لحاف سے تو نکل ہی چکا ہوں۔"

بیوی:۔ "مگر میں تو تم کو گھر سے بھی نکالنا چاہتی ہوں اس وقت۔"

میر صاحب:۔ "بھئی اس موقع پر تو ایک شعر یاد آیا ہے۔ للو کی ماں آنا ذرا ادھر

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن

بہت سردی میں اپنے گرم بستر میں سے ہم نکلے

بیوی:۔ "چلو ہٹو۔ کیا اچھے معلوم ہو رہے ہیں اس وقت شعر سناتے ہوئے وہ معصوم اس سردی میں تڑکے سے نہا دھو کر تیار کھڑا ہے اور تم ہو کہ کسی طرح جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔"

میر صاحب:۔ "ایں یہ تو سچ مچ کھڑا ہوا بسور رہا ہے اچھا صاحب اب میں تیار ہو گیا سمجھو کہ بالکل تیار ہو گیا (میر صاحب سردی میں ہانپتے کانپتے چلے جاتے ہیں)

بیوی :۔ (آواز دیتی ہے) اری گلشن ذرا دیکھ غسل خانے میں سب ٹھیک ہے۔ میاں نہانے جا رہے ہیں۔"

میر صاحب :۔ (لوٹتے ہوئے) نہیں صاحب میں نہا تو سکتا ہی نہیں اس وقت صرف منہ ہاتھ دھونے کا ارادہ ہے۔ نہانا اس سردی میں میرے بس کا نہیں۔"

بیوی :۔ پھر وہی تم جا چکے عیدگاہ اور سے جا چکے اس کو۔"

میر صاحب :۔ صاحب تو میں کیسے اس وقت نہا کر جان دیدوں۔"

بیوی :۔ اور بغیر نہائے میں عیدگاہ جانے نہ دوں گی ——— واہ۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔"

میر صاحب :۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ بغیر عیدگاہ جانا ملتوی۔"

بیوی :۔ مگر تم نہاؤ گے نہیں۔"

میر صاحب :۔ یہ میں نے کب کہا۔ کس سے کہا۔ میرا تو مطلب یہ ہے کہ میں عیدگاہ سے واپس آکر نہاؤں گا۔" (گلشن آتی ہے)

گلشن :۔ بیوی تیسری مرتبہ غسل خانہ میں پانی رکھا ہے اب یہ بھی ٹھنڈا ہو جائے۔"

میر صاحب :۔ تو میں اس وقت جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤں آخر تم نہانے کی ضد کیوں کر رہی ہو۔"

بیوی :۔ اور تمہیں یہ کیا ضد ہے کہ عید کے دن بھی نہ نہاؤ گے۔"

میر صاحب :۔ پھر وہی۔ ارے صاحب میں ضد نہیں کر رہا ہوں بلکہ مجبوری ہے سردی تو دیکھو کس قیامت کی ہے اس سردی میں نہانا ——— ارے توبہ تمام جسم کانپ رہا ہے۔"

لڑکا: "ابا میں بھی تو نہا لیا"

میر صاحب: "ارے تیرا کیا ہے تو تو پانی کا کیڑا ہے ہر ہفتہ نہاتا ہے مگر مجھے تو اس وقت دیر ہو گی پہلے کپڑے اس سردی میں اتاروں پھر نہانے کی ہمت کروں پھر تین مہینہ کا میل چھڑاؤں — نا بابا مجھ سے تو یہ نہ ہوگا"

بیوی: "تو صاف کہہ دو نا کہ تم نہ نہاؤ گے"

گلشن: "بیوی پانی ٹھنڈا ہو رہا ہے"

بیوی: "چولھے میں گیا پانی اور بھاڑ میں گئی تو"

گلشن: "اے واہ بیوی برس برس کے دن تو ہم بھاڑ میں جاؤں آج تو یہ کوسنے نہ پڑتے"

میر صاحب: "یعنی سردی میں کبھی کبھار نہانے کو سنا ہے میرے دل سے پوچھو کہ تمہیں نہانے کو کہا جا رہا ہے اور میں چھپا رہا ہوں"

لڑکا: "ابا! ٹھنڈ ٹھنڈ ٹھنڈ"

بیوی: "کیا ٹھن ٹھن لگا رکھی ہے۔ تو کیا میں تجھ کو لے کر گھر سے نکل جاؤں؟"

میر صاحب: "ارے صاحب تو میں کہہ تو رہا ہوں کہ منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل لوں اور اس کو لے کر عیدگاہ چلا جاؤں"

بیوی: "میں تو قیامت تک بغیر تمہارے نہائے تمہارے ساتھ جانے نہ دوں گی"

میر صاحب: "بھئی، واللہ ہے کہ عاجز کر رہی ہو تم۔ ارے صاحب نہانے کے نام سے اس وقت میرا دم نکل رہا ہے۔ میں نے تم سے کہہ دیا کہ میں آگے جتنا کہو گی نہا لوں گا"

بیوی: "کھانے کے بعد گرم مسالہ پھانکنے والے تمہارے ہی ایسے تو ہوتے ہیں"
میر صاحب: "کیا مطلب؟ یعنی تم یہ چاہتی ہو کہ میں نہا ضرور لوں چاہے میرا کچھ بھی حال ہو"
بیوی: "نہاؤ یا نہ نہاؤ۔ اب میں کچھ نہ کہوں گی سویرے سے بھیجا خالی کر رکھا ہے۔ رات کو کیسی تیاریاں تھیں اور کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ جائے گی"
(سڑک پر فقیروں کی صدائیں، سواریوں کی چہل پہل لڑکا کھڑکی میں سے جھانکتا ہے اور کہتا ہے)
لڑکا: "ابھی تک لوگ جا رہے ہیں" اونھ، اونھ"
بیوی: "کیسا بلک بلک کے میرا بچہ کہہ رہا ہے گلشن ذرا جا باہر اور گھسیٹے سے کہہ کہ ننھے میاں کو عیدگاہ لے جائے"
گلشن: "بیوی گھسیٹے تو بڑی دیر ہوئی عیدگاہ چلا بھی گیا"
میر صاحب: "چلا گیا۔ آخر اتنی جلدی کیوں چلا گیا یعنی میں نہیں گیا اور وہ چلا گیا؟"
بیوی: "نہ جاتا تو کرتا کیا، کیا تمہارے لئے وہ بھی نماز چھوڑ دیتا"
لڑکا: "(روتا ہے) گھسیٹے بھی گیا۔ ایں، ایں، ایں"
بیوی: "رُلا دیا نا ———— اب تو چین پڑا۔ عید کے دن معصوم بچے کے آنسو دیکھنے کے لئے بس اب خوش ہوئے ہو گے"
میر صاحب: "اچھا لاؤ میرے کپڑے، میں اس کو لے کر ابھی جاتا ہوں"
بیوی: "میں تو اب بغیر نہائے کپڑے کبھی نہ دوں گی"
میر صاحب: "واللہ ہے کہ یہ زبردستی ہے"

بیوی :- اب جو بھی تم سمجھو مگر نہائے بغیر کپڑے نہ دوں گی چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔

میر صاحب :- "اس وقت پانی سے نہانا واللہ ہے کہ خودکشی ہے خود کشی مگر جاتا ہوں میاں غسل خانے میں"

بیوی :- "اگر نہانا ہے تو نہاؤ جلدی پونے دس بجے ہیں دس بجے نماز ہوتی ہے عیدگاہ میں"

میر صاحب :- "جا تو رہا ہوں صاحب واللہ ہے کہ سولی پر جان ہے"

(میر صاحب بڑبڑاتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور بیوی بچے کو سمجھاتی ہیں)

بیوی :- "اب نہ رو بیٹا تم دیکھو ابھی وہ نہا کر آئیں گے اور تم کو لے جائیں گے ابھی تو دیر ہے"

لڑکا :- "ابا بڑی دیر میں نہائیں گے"

میر صاحب :- (غسل خانے ہی سے پکار کر) "ارے میں نے کہا للّو کی ماں سنتی ہو"

بیوی :- "کہو کیا ہے۔ اب کوئی نیا شگوفہ کھلا"

میر صاحب :- "میں نے کہا کہ تمہاری قسم ہمت نہیں ہو رہی ہے اور میرے لئے اس وقت نہانا بہت مشکل ہے کہو تو منہ ہاتھ دھو کر آجاؤں"

بیوی :- "توبہ ہے خدا نہ کرے کہ تمہارا ایسا ضدی کوئی مردوا ہو"

میر صاحب :- "ارے صاحب غور تو کرو کہ پانی سے نہانا ہے اور کپڑے اتار کر نہانا ہے مجھ سے کپڑے ہی نہیں اتر رہے ہیں نہانے کا کیا ذکر"

بیوی :- ناک میں دم کر دیا۔ عید کیا آئی میرے لئے عذاب بن کر آئی سویرے

سے کتے کی طرح بھونک رہی ہوں مگر وہی مرغے کی ایک ٹانگ"

میر صاحب "میں پوچھتا ہوں کہ آخر منہ ہاتھ دھولینے میں کیا ہرج ہے تم کیا منہ ہاتھ دھونے کو کچھ کم سمجھتی ہو" (گلشن آتی ہے)

گلشن "بیوی دیکھئے۔ سوئیوں کو بھون تو لیا ہے مگر قوام بس آپ ملا دیں ——"

بیوی "چولھے میں گئیں موئی سوئیاں اور بھاڑ میں گیا قوام"

گلشن "آئے ہئے بیوی۔ میں نے کچھ کہا بھی یا آپ ہی آپ غصہ آ۔ ہائے برس برس کے دن"

بیوی "جب میرے بچے کو عید کے دن رلایا گیا ہے تو کیسی سوئیاں اور کیسا کچھ"

گلشن "اے بیوی تو کیا میں نے رلایا ہے۔ میں نے تو ایک بات پوچھی تھی اور آپ مجھ پر برس پڑیں"

بیوی "یہ تہوار بچوں کے ہوتے ہیں۔ کیسا سویرے سے خوش خوش پھر رہا تھا اور اب کیسا میرا لال رو رہا ہے"

لڑکا "درود رہا ہے) اوں اوں اوں ایں ایں ایں"

(باہر سے گھسیٹے سلام کرتا ہے)

گھسیٹے "بیوی تسلیم"

بیوی "کون؟ —— گھسیٹے"

گھسیٹے "جی ہاں۔ اللہ مبارک کرے یہ برس برس کا دن"

بیوی "اور آخر تم غائب کدھر ہو گئے تھے ننھے کو عید گاہ بھیجنا تھا وہ بلک بلک کر رہ گیا"

گھسیٹے:۔ بیوی ہیں تو عید گاہ ہی گیا تھا بڑی دیر تک میاں کا انتظار کیا جب دیر ہونے لگی تو چلا گیا"

بیوی:۔ تو کیا نماز ہو گئی ——"

گھسیٹے:۔ جی ہاں وہیں سے تو آ رہا ہوں"

میر صاحب:۔ (غسل خانے سے) یہ کون ہے کیا گھسیٹے ہے"؟

گلشن:۔ جی ہاں میاں گھسیٹے ہے عید گاہ سے آیا ہے نماز پڑھ کر"

میر صاحب:۔ (غسل خانے سے) ارے صاحب سنتی ہو۔ میں نے کہا اب تو نہانا یوں بھی بیکار رہی ہے۔ اگر کہو تو نکل آؤں اب"

بیوی:۔ دیکھو جی میں نے کہدیا ہے کہ اب تک تو میں چپ رہی مگر اب جو تم بولے تو سر پیٹ لوں گی اپنا۔ سمجھے کہ نہیں"

میر صاحب:۔ (غسل خانے سے نکلتے ہوئے) اچھا صاحب۔ میں چپ ہوں

غصہ ہے میرے یار کو چل تو جلال تو

آئی بلا کو اے مرے اللہ ٹال تو

بیوی:۔ ہاں، ہاں، بلا کہو مجھ کو۔ میں بلا تو ہوں ہی۔ مگر یہ بلا اب تمہارے سر سے ٹلنے والی نہیں ہے"

میر صاحب:۔ بھئی واللہ یہ بھی ایک ہی رہی۔ یعنی کس نا معقول نے تم کو بلا کہا ہے۔ تم اور بلا۔ توبہ کرو للّو کی ماں"

بیوی:۔ چلو رہنے دو اس اب لیپ پوت کرنے کو وہ تو میں جانتی ہی ہوں کہ تم مجھ کو اپنے سر کی بلا سمجھتے ہو۔ مگر میں کہتی ہوں کہ آخر اس معصوم کا کیا قصور تھا جو

جس کو آج برس برس کے دن آٹھ آٹھ آنسو رلایا گیا ہے۔ میرے بچے کا رونا تم سے دیکھا کیسے گیا ــــــ"

میر صاحب :" ارے صاحب رونے ہی کی وجہ سے تو میں نے نہانے کی ہمت کر لی تھی تمہارے سامنے غسل خانے تک گیا آخر اور میں کیا کرتا۔"

بیوی :" بس بس میری زبان نہ کھلواؤ۔ تم کو ایسا ہی خیال ہوتا تو آج میرا بچہ ہلکان نہ ہوتا۔ پھر اگر میں نے کچھ کہا تو تم کہو گے یہ نہیں وہ ــــــ"

گھسیٹے :" ارے میاں تو آپ ہی چپ رہیئے۔ ایسا ہو ہی جاتا ہے سرکار۔ اللہ سلامتی رکھے ہم لوگوں کا انعام تو ملنا ہی چاہیئے۔"

بیوی :" چل دور۔ یہاں عید کے دن یہ کل کل ہو رہی ہے اور تجھ کو پڑی ہے اپنے انعام کی میرا بچہ عید کے دن روئے اور نوکر چاکر خوشیاں منائیں میں تو خیر جلنے کے لئے ہوں ہی میرا کیا ہے مگر میں کہتی ہوں کہ اس معصوم نے آخر کیا بگاڑا تھا کسی کا۔ کل سے کیسا خوش خوش پھر رہا تھا اور اس وقت کمہلا کر رہ گیا۔ اللہ رکھے جس بچہ کا باپ ہو وہ اس طرح کڑھے۔"

گلشن :" ننھے میاں کو تو میں منا لوں گی مگر بیوی ہم لوگوں کا انعام تو سچ مچ ملنا ہی چاہیئے۔"

بیوی :" دیکھو گھسیٹے اور دیکھو گلشن۔ میں نے کہدیا ہے کہ تم دونوں مجھے ستاؤ نہیں۔ میرے نتھنوں میں تیر نہ کرو نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ واہ جیسے سب نے مل کر مجھ کو پاگل بنا رکھا ہے۔ میں رات ہی کو سمجھ رہی تھی کہ یہ اُٹھ چکے سویرے تڑکے اور جا چکے عید گاہ۔ اس سے رات ہی کو انکار کر دیتے

تو صبر آجاتا۔"

میر صاحب:۔ "اب میں اس وقت کیا کہوں تم کو تو ہے غصہ۔"

بیوی:۔ "اے اور کیا۔ میرا غصہ تو بدنام ہے ہی۔ دنیا جانتی ہے کہ میں بدمزاج ہوں مگر تمہاری ان حرکتوں کو دیکھنے کوئی تھوڑی آتا ہے۔ برس برس کے دن تم نے جیسا بیوی بچے کو خوش کیا ہے اس کو میرا ہی دل جانتا ہے۔"

میر صاحب:۔ "اچھا صاحب۔ میرا ہی قصور سہی۔ تم اس وقت تک بکے جاؤگی جب تک میں جاگ رہا ہوں۔ میں اپنی نیند۔ پوری کرتا ہوں آج کچی نیند سو کر اٹھا ہوں تمام بدن ٹوٹ رہا ہے۔"

بیوی:۔ "ہاں اور کیا۔ تمہیں دن بھر پڑے پڑے اینڈنے کے سوا اور کام ہی کیا ہے یہ ہمارے گھر میں عید آئی ہے۔ چاند دیکھ کر تمہاری ہی صورت دیکھی تھی نا؟"

میر صاحب۔ (حقہ پی رہے ہیں)

بیوی:۔ "دنیا جہان میں آج خوشیاں منائی جا رہی ہیں اور میری قسمت میں یہ لکھا تھا کہ صبح سے اٹھ کر کتوں کی طرح بھونکوں۔"

(حقہ کی آواز)

بیوی:۔ "اے میں بھونکوں تو بھی ان کو کیا پرواہ"

(پاندان کھلنے کی آواز)

بیوی:۔ "میرے مقدر میں آج کے دن بھی یہ سوختی لکھی تھی ڈلی کاٹتی ہیں، دنیا جہاں خوش ہے ہر ایک کے گھر میں چہل پہل ہے ڈلی کاٹتی ہیں، تمہارے گھر کی طرح مکھیاں کہیں نہ بھنک رہی ہوں گی (ڈلی کاٹتی ہیں)

میر صاحب :۔ (حقہ پی رہے ہیں)

بیوی :۔ میں اپنا سر کھپا رہی ہوں اور تم ہو کہ چپ۔ جیسے میں دیواروں سے کہہ رہی ہوں تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگی (دل کاٹ رہی ہیں)

میر صاحب :۔ (حقہ کا کش زور سے لیتے ہیں)

بیوی :۔ مجھ کو تم نے پاگل سمجھ رکھا ہے جو بک رہی ہوں اور تم مست کھینچے پڑے ہو۔

میر صاحب :۔ (پھر حقہ کا کش زور سے کھینچتے ہیں)

بیوی :۔ تم مجھ بیکار کو منہ لگا رہی ہوں۔ ... جیسے تم سن ہی رہے ہو۔ اے تو نہ سنو میری جوتی کو کیا غرض پڑی ہے کہ میں اپنا بھیجا ... دوں۔

میر صاحب :۔ ہاں۔ وہ۔ پان بن گئے۔

بیوی :۔ ہاں تمہارے ... لئے تو میں پان دان گر کر چلی جاتی ہیں۔

میر صاحب :۔ (گنگنا کر) تیر نیم کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے۔ تیر۔ تیر ---- نیم کش ---- کوئی ---- میرے دل ---- سے پوچھے .... یہ خلش ---- یہ خل ---- خا ---- نا ---- خا خا خا خراٹے۔

تقریض

(کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز اور اس کے بعد پکارنے کی آواز)

آواز نمبر ا:۔ "سہیل صاحب! جناب سہیل صاحب ۔۔۔۔۔ ارے بھئی سہیل صاحب ہیں؟"

سہیل:۔ "(چپکے سے) غفور۔ دیکھ باہر کون ہے۔ اگر جمیل صاحب ہوں تو کہہ دینا کہ ابھی واپس نہیں آئے اور اگر جگناتھ بابو ہوں تو کہہ دینا کہ اسپتال گئے ہوئے ہیں اور اگر کوئی اور ہو تو کہہ دینا ٹھہرو پوچھ کر بتاتا ہوں۔ سمجھ گیا نا ۔۔۔۔۔"

(باہر سے آواز پھر آتی ہے) "ارے صاحب سہیل صاحب ہیں"

سہیل:۔ "ٹھیک ہے جمیل صاحب ہیں۔ جا کر کہہ دے کہ ابھی دورہ سے واپس نہیں آئے جا جلدی جا" (غفور جاتا ہے)

بیوی:۔ "آخر یہ کیوں سب سے چھپ رہے ہو"

سہیل :۔ "چپ تو رہو ذرا دیر ابھی بتلائے دیتا ہوں۔ عجیب مصیبت میں جان ہے ان لوگوں کی وجہ سے ذرا دیکھنا دروازہ کے پاس جاکر گئے یا نہیں۔"

(نوکر واپس آتا ہے)

غفور :۔ "کہہ دیا کہ ابھی دورہ سے واپس نہیں آئے۔"

سہیل :۔ "پھر کیا بولے۔"

غفور :۔ "جی کچھ نہیں۔ چپ ہو کر کچھ منہ سا چڑھایا کچھ بڑبڑائے اور پیر پٹختے ہوئے چلے گئے۔"

سہیل :۔ "بس ٹھیک ہے۔ اب اگر کوئی آئے تو بغیر مجھ سے پوچھے کوئی جواب نہ دینا۔"

بیوی :۔ "توبہ ہے ان ہی باتوں سے میری طبیعت الجھتی ہے۔ کہ جانے کیا بات ہے۔"

سہیل :۔ "ارے صاحب بات وات کچھ بھی نہیں۔ جمیل کھڑے ہوئے ہیں ممبری کے لئے اور مقابلہ پر ہیں جگنا تھ بابو۔ میل جول ان سے بھی ہے اور ان سے بھی۔ کچھ لوگ ان کی طرف سے کوشش کر رہے ہیں کچھ ان کی طرف سے میں کیوں بیچ میں پڑوں۔ ایسے موقع پر گھر میں گھس رہنا ہی ٹھیک ہے۔"

بیوی :۔ "ہاں تم کیوں کسی کی برائی بھلائی سمیٹو۔ جمیل صاحب کی طرفداری نہ کرو تو بری بات ہے ان بے چارے کو دیکھو تمہارے لئے سوٹ کا کپڑا ولایت سے منگایا اور جگنا تھ بابو بھی ہمیشہ دوستی نبھاتے چلے آئے۔ ابھی پچھلے ہی مہینہ تو تم کو کشمیر لے کر گئے تھے۔"

سہیل :۔ "خیر۔ خیر۔ میں ان احسانوں کی وجہ سے تو کیا۔ مگر ہاں اچھا نہیں سمجھتا

کہ اس مقابلے میں کوئی حصہ لوں"۔۔۔۔۔۔

بیوی:۔ تو اب کب تک گھر میں گھسے بیٹھے رہو گے:

سہیل:۔ بس یہ مقابلہ ختم ہو جائے اس کے بعد" دروازہ پر دستک آواز

آواز نمبر ۲:۔ ارے بھئی کوئی صاحب ہیں۔ ۔۔۔۔۔ سہیل میاں۔ ۔۔۔

سہیل:۔ دیکھنا غفور کون ہے۔ یاد ہے نا جو میں نے کہا تھا"

غفور:۔ (جاتے ہوئے) جی ہاں یاد ہے"

بیوی:۔ ان لوگوں نے تو اچھا گھیرا تم کو:

سہیل:۔ ذرا آہستہ بولو۔۔۔۔۔"

بیوی:۔ سچ مچ جیسے چوروں کی طرح بیٹھے ہو۔۔۔۔۔: (غفور آتا ہے)

غفور:۔ وہ ہیں کیا نام جگناتھ بابو۔ میں نے کہہ دیا کہ اسپتال گئے ہیں۔ تو بیٹھے ہوئے اب اسپتال سے آپ کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور اپنے نوکر سے کہہ دیا ہے کہ وہ دوکان پر جا کر بیٹھے:

سہیل:۔ کیا مطلب یعنی بیٹھ گئے دھرنا دے کر"

بیوی:۔ میں کہتی ہوں کہ صاف کیوں نہ کہہ دو کہ میرے تم بھی دوست اور وہ بھی"

سہیل:۔ لاحول ولا قوۃ۔ جب سمجھا نہ کرو تو بولا نہ کرو۔ تو غفور وہ بیٹھے ہیں"

غفور:۔ جی ہاں بیٹھے ہیں باہر کمرے میں"

سہیل:۔ کیا مصیبت ہے۔ ابھی میں پچھلے دروازے سے نکل کر باہر ان سے ملے ہی لیتا ہوں۔ اور ٹالے دیتا ہوں:

بیوی:۔ "اور جو وہ نہ ٹلے تو کیا جمیل صاحب سے دشمنی مول لوگے۔"
سہیل:۔ "لاؤ تم اچکن تو لاؤ تاکہ وہ سمجھیں کہ اسپتال سے آرہا ہوں۔ ملیں گے تو خیر اُن کے فرشتے۔"
غفور:۔ "یہ لیجئے میاں اچکن۔"
سہیل:۔ "میاں کا بچہ۔ دھیرے سے بولا ہی نہیں جاتا۔ جا کر وہ پچھلا دروازہ کھولدے۔"
بیوی:۔ "ممبری کا شوق ان دونوں کو سوار ہوا ہے اور مصیبت آئی ہے دوستوں کے سر۔"
سہیل:۔ "اجی میں ایسا چکمہ دوں کہ وہ بھی کیا یاد کریں۔ (جاتا ہے)
(کچھ دور چلنے کی آواز وقفہ پھر چاپ)
جگنا تھ بابو:۔ "بڑی راہ دکھائی سہیل میاں تم نے بھی۔"
سہیل:۔ "کون جگناتھ بابو بھئی خوب آگئے ہیں تو خود آپ کے پاس جانے ہی والا تھا کہ اسپتال سے یہ خبر آگئی اور بد حواس ادھر بھاگنا پڑا۔"
جگناتھ:۔ "کیوں خیریت تو ہے۔"
سہیل:۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) اجی خیریت کہاں۔ ہماری قسمت میں بھی کہیں خیریت ہے۔ وہی جس بہن کی شادی کے لئے آپ سے روپے لئے تھے۔ اسی کو اسپتال میں چھوڑ کر آرہا ہوں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ جو سانس آ رہی ہے آرہی ہے۔"
جگناتھ:۔ "ارے۔ ایسی حالت ہوگئی۔ ہوا کیا آخر ______"

سہیل :۔ اجی ہوتا کیا قسمت کا لکھا پورا ہو رہا ہے۔ شادی میں بوٹی بوٹی قرض میں بندھ چکی ہے اب بیماری ہیں جو کچھ قسمت میں لکھا ہے وہ ہو گا۔ اور بیماری ہی کیا ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا ہی بچائے اب اس کو ــــــ"

جگناتھ :۔ نہیں ایسی بات نہ کہو۔ مگر یہ تو بتاؤ بیماری کیا ہے"۔

سہیل :۔ بیماری کیا بتاؤں ایک دو بیماریاں ہوں تو کہوں۔ پرسوں امرود کے کچا لو کھائے ٹھنڈی سانس لیکر بس وہی بہانہ بن گئے۔ نزلہ ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بخار ہو گیا۔ بخار بھی ایسا کہ بس چنے بھن رہے تھے۔ پھر نکل آئی چیچک چیچک ابھی تھی ہی کہ نمونیہ ہو گیا۔ اور نمونیہ تو خیر ٹھیک بھی ہو جاتا۔ مگر اب ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا ہے کہ درد قولنج اور عرق النسا نے مل کر دق کا تیسرا درجہ ختم کر کے چوتھا درجہ شروع کر دیا ہے"۔

جگناتھ :۔ ارے، رے، رے۔ تو پھر اب ڈاکٹر کچھ اُمید بندھاتے ہیں"۔

سہیل :۔ ایک سول سرجن کو دکھایا۔ اس نے کہا کہ علاج بیکار ہے۔ اسپتال کے بڑے ڈاکٹر نے کہا کہ پچاس پچاس روپے کے دو انجکشن دیکر دیکھتا ہوں۔ جو سو روپیہ آپ کے لئے رکھا تھا وہ یوں گیا اور اب پتہ چلا ہے کہ اگر ٹھیک ہو گئیں تو ٹھیک ہو جائیں گی نہیں تو پھر جو مقدر میں لکھا ہے"۔

جگناتھ :۔ اور وہاں اسپتال میں اُن کے پاس کون ہے"۔

سہیل :۔ کون ہوتا بابو جی بس خدا کا نام ہے۔ جوان جہان کنواری لڑکی"۔

جگناتھ :۔ مگر اس کی تو شادی ہو گئی ہے"۔

سہیل :۔ (گھبرا کر) جی وہ۔ میرا مطلب یہ کہ شادی تو ہو گئی ہے مگر کیا سکھ دیکھا

اس غریب نے شادی کا۔ آج پہلا دن ہے کہ اس کے منہ پر کیں تک [illegible]

جگنا تھ :۔ مگر آپ تو کہتے تھے کہ پرسوں امرود کے کچے تو کھائے تھے :

سہیل :۔ جی ہاں ——— وہ ——— کیا تھا ——— کھانا تو خیر کھایا تھا

تھے بس اور پھر کچھ بھی نہیں۔ اب اس وقت میں اپنا بستر وغیرہ لے کر [illegible]

وہاں جا کر رہوں۔ وہ اکیلی پڑی ہے غریب :

جگنا تھ :۔ جاؤ بھی جاؤ۔ اور اس دوکان کی کوئی فکر نہ کرنا۔ تم تو [illegible] ہو گئے تو

ویسے بات یہ ہے کہ آج کل دوکان پر جمیل بیٹھتا ہے۔ اور میاں وہ بیٹھا ہو تو

سے آ نہیں سکتا :

سہیل :۔ بابو جی۔ میں کیا بتاؤں کہ میرا اس وقت کیا حال ہے۔ دل قابو میں

ہے نہ دماغ مجھے خود اس کی بڑی فکر ہے۔ کسی طرح جلد سے جلد ——— ——— ———

(قدموں کی چاپ۔ آؤ بھائی جمیل۔ آؤ ———)

جمیل :۔ تم آئے کب؟ میں تو ابھی آ کر بیٹھ چکا ہوں :

جگنا تھ :۔ اچھا بھائی ہم چلے دوکان اکیلی ہے۔ تو مطلب یہ کہ نہال رکھنا اور

ویسے کوئی فکر کی بات نہیں ہے :

جمیل :۔ کیا خوب یعنی میں آیا اور آپ چلے :

جگنا تھ :۔ بھئی دوکان پہ کوئی نہیں ہے :

سہیل :۔ اچھا تو پھر آداب عرض ——— (جگنا تھ آداب کرتا ہوا جاتا ہے۔)

جمیل :۔ تم نے تو بازار میں نکلنا دشوار کر دیا ہے۔ وہ بزاز [illegible] کے تقاضوں

کے میرا دم نکالے دیتے ہیں۔ اور تم [illegible] ہو [illegible]

سہیل: گیا [illegible] سے پہرے [illegible] قصہ ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ کون دوڑ بھاگ
ہو رہی ہے۔ آخر [illegible] بات"
جمیل: [illegible] آپ حساب سن چکے ہیں۔ ارے بھئی ساٹھ روپے
کا [illegible]
سہیل: [illegible] ساٹھ روپے [illegible] لئے آپ کا اور اس کا دم نکلا جا رہا ہے۔
میں تو [illegible] جا [illegible] نہ دیتا مگر مصیبت یہ ہے کہ سرکار تشریف لے
گئی ہیں [illegible] کے یہاں اور کنجیاں ہیں ان ہی کے پاس وہاں
سے [illegible]"
جمیل: "اب تو مرد آدمی تنخواہ بھی مل گئی ہو گی"
سہیل: "خیر تنخواہ تو جیسی ملی ہے اس کو میرا دل ہی خوب جانتا ہے۔ مگر اتفاق
سے ایک چیک آگیا ہے اور اسی میں سے یہ روپے بھی نکال دوں گا۔ تم اس
کو بس ایک ہفتہ اور منا لو"
جمیل: "ایک ہفتہ۔ یعنی ایک ہفتہ"
سہیل: "اور بھئی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تم ہی بتاؤ۔ میں ابھی تک گویا دورہ
پر ہوں چپکے سے چند گھنٹوں کے لئے کھسک آیا ہوں اور الٹے پاؤں پھر
واپس جا رہا ہوں۔
جمیل: "یہ تو تم نے بری سنائی ایک ہفتہ کیا معنی وہ تو اب ایک دن صبر
کرنے والا نہیں ہے"
سہیل: "ارے بھئی تو کوئی اس کا روپیہ لے کر بھاگا جا رہا ہے۔ کونسی ایسی

رقم ہے جس کے لئے جان دیئے دیتا ہے - مجھے دورہ پر جانا نہ ہوتا تو ابھی تھوڑی دیر میں یہ قصہ ختم کر دیتا ہے"

جمیل :- "مگر ابھی تو تم نے کہا تھا کہ بھاگی نہیں ہیں اور کنجیاں"

سہیل :- "وہ ---- وہ ---- وہ تو میں نے اس لئے کہدیا تھا کہ تم کو فوراً چک کاٹ دیتا مگر وہ بھی اسی تاریخ کی ہوتی جب یہ آیا ہوا چیک نقد ہو سکتا ہے"

جمیل :- "تم نے عجیب مصیبت میں پھنسا رکھا ہے - اس روز تم نے کہا تھا کہ منگل کے دن آنا - منگل کو آیا تو تم نے کہدیا کہ تمہاری خالہ کی حالت نازک ہو رہی ہے"

سہیل :- "ارے اب ان کا کیا ذکر کرتے ہو - ہزاروں من مٹی کے نیچے دب چکیں صاحب ہم نے تو ایسی ملنسار اور ایسی ہنس مکھ لڑکی دیکھی ہی نہیں ----"

جمیل :- "لڑکی؟ تم نے تو خالہ کہا تھا ----"

سہیل :- "وہ ---- خالہ ---- ہاں خیر خالہ تو تھیں ہی - مگر عمر میں مجھ سے بہت چھوٹی تھیں ارے ابھی ان کی عمر ہی کیا تھی - یہی کوئی بارہ تیرہ سال کی عمر ہو گی - اچھی خاصی تندرست نہ کوئی بیماری نہ کچھ - چیچک کا ٹیکہ تک اسی لئے لگوا دیا تھا - مگر ہونے والی بات کے لئے کہ چھلکے پر پیر پڑا اور گرتے ہی بس ختم"

جمیل :- "اچھا مگر تم نے تو کہا تھا عرصہ سے بیمار تھیں اور حالت روز بروز خراب ہوتی ہی گئی ----"

سہیل :- "ہاں ہاں مطلب کہنے کا یہ کہ کیلے کا [illegible] گیا - اس کے

بعد ان کو شدید درد کے ساتھ اختلاج کے دورے پڑنے لگے اور اختلاج کے بعد نزلہ ایسا ہوا کہ بس چھینکتے چھینکتے ہی مرحومہ اس دنیا سے سدھار گئیں
——— افسوس"

جمیل:" مگر اختلاج یا نزلہ تو ایسا مہلک نہیں ہوتا"

سہیل:" ارے میاں موت کو بہانہ چاہیئے اختلاج اور نزلہ ہی نے تو غریب کی جان لی اب دیکھو نا کہ چھوٹے چھوٹے غریب کے بچے"

جمیل:" بچے ؛ تم نے تو کہا بارہ تیرہ سال کی عمر ہوگی"

سہیل:" بارہ تیرہ نہ سہی بیس تیئیس سہی۔ مطلب یہ کہ ابھی عمر ہی کیا تھی غریب کی۔ مگر موت کے آگے کیا چارہ ہے۔ آج بیوی اسی کے چالیسویں میں تو گئی ہیں"

جمیل:" ابھی سے چالیسواں۔ سوئم وغیرہ ہوگا۔ مگر تم تو کہہ رہے تھے وہ پارٹی میں گئی ہوئی ہیں"

سہیل:" بھائی بات یہ ہے کہ وہ لوگ ذرا نئی روشنی کے ہیں اُن کے یہاں سوئم اور چالیسویں وغیرہ میں معمولی دعوت نہیں ہوتی۔ ان موقعوں پہ بھی پارٹی ہی ہوتی ہے"

جمیل:" خوب۔ اچھا تو پھر بتاؤ اب کیا کیا جائے"

سہیل:" ارے اب ہو ہی کیا سکتا ہے۔ صبر کے سوا اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"

جمیل:" ہاں بے شک دنیا تو سرائے فانی ہے ہی جو آیا ہے اس کو جانا ہی ہے مگر میرا مطلب یہ تھا کہ اب اس رقم کے لئے کیا کیا جائے"

سہیل:" یقین جانو جمیل کہ دل ٹوٹ گیا۔ مجھے مرحومہ سے بے حد اُنس تھا

آنکھوں کے سامنے ہر وقت تصویر رہیگی۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ جس دن پہلے انکی آنکھیں بند ہوئی تھیں اب ہم زندہ رہنے والے رہ گئے تھے۔

جمیلہ: یعنی تم سے کہا؟

سہیل: میں بھی موجود تھا وہاں مگر اس وقت تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے بچھڑ جائیں گی۔

جمیلہ: نہیں میں نے یہ پوچھا۔ یہ دودھ بھائی جس شخص سے کہا تھیں تو وہ خالہ؟

سہیل: ہاں یعنی وہ بات یہ ہے کہ اصل میں یہ عجیب طرح کا رشتہ ہے نانیہال کی طرف سے تو وہ خالہ ہوتی تھیں اور ددھیال کی طرف سے گویا دودھ بھائی کی بہن تھیں۔

جمیل: خیر تو اب یہ بتاؤ کہ اس روپیہ کا کیا انتظام کیا جائے۔

سہیل: روپے کے انتظام کی کیا ضرورت ہے میں نے کہا تو کہ چیک آگیا ہے بس ایک ہفتہ کا وعدہ کر لو۔

جمیل: بھائی یہ تو سخت دشوار ہے کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی؟

سہیل: میرے نزدیک اگر کوئی صورت ہوتی تو کبھی دریغ نہیں کرتا۔

جمیل: اچھا تو یہ کرو کہ تم اپنا چیک ایک ہفتہ بعد کی تاریخ کا کاٹ دو؟

سہیل: یہ مانا ——— مگر تمہاری بھابی آجائیں جب ہی نا۔

جمیل: تو پھر میں چلا جاتا ہوں تم غفور کے ہاتھ بھجوا دینا۔

سہیل: ہاں ہاں بھلا کون بات ہی ہو۔ اچھا بھائی تو خدا حافظ۔

جمیل:- خدا حافظ ـــــــ

(جاتا ہے اور اس کے بعد ہی دروازہ پر دستک ہوتی ہے)

سہیل:- کیا کہہ رہی ہو۔ ـــــ آرہا ہوں (جاتا ہے)

بیوی:- میں پوچھتی ہوں کہ یہ آخر قصہ کیا ہے۔ میری کون سی بہن خدا نہ کرے مری ہے کس کا چالیسواں ہے یہ بات کیا ہے آخر؟

سہیل:- یعنی آپ گھر کی بیٹھنے والی ٹھہریں آپ ان باتوں کو کیا سمجھیں؟

بیوی:- میں تو یہ پوچھتی ہوں کہ یہ روپیہ کیسا مانگ رہے ہیں؟

سہیل:- اسی لئے تو سینکڑوں بہانے تراش رہا تھا۔ میں کے لئے دونوں کھڑے ہوئے ہیں اور پاس ٹکا کسی کے نہیں۔ وہ بھی مانگنے آئے تھے اور یہ بھی ـــــ

بیوی:- تو کیا ان کو یہ نہیں معلوم کہ تمہارے پاس روپیہ کہاں سے آیا۔ اور آخر تم نے وعدہ کیوں کر لیا ہے؟

سہیل:- وعدہ کس کمبخت نے کیا ہے۔ بھلا پھسلا کر اپنا پیچھا چھڑایا ہے۔

(غفور آتا ہے)

غفور:- یہ لفافہ ایک آدمی لایا ہے کہتا ہے درزی کے یہاں سے بل لایا ہوں۔

بیوی:- بل کیسا؟

سہیل:- نہیں جی بل سے مجھے کیا مطلب میں کیا خدانخواستہ کسی کا مقروض ہوں؟

بیوی:- دیکھوں تو ـــــ (لفافہ لیتی ہے) یہ اس پر تو تیس روپے لکھا ہوا ہے؟

سہیل:- کہاں؟ دیکھوں ـــــ اے سبحان اللہ واہ ری آپ کی قابلیت

اسے صاحب اس نے لکھا ہے کہ تمیس ووٹ گویا ہیں جلکناتھ کے لئے مہیا کردں۔ اچھا غفور کہہ دینا کہ ہم جواب بھجوا دیں گے۔"

بیوی:۔ "سچ مچ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی مقروض کو تقاضہ والے نہیں گھیرتے ہیں وہی حال تم نے اپنا بنا رکھا ہے۔"

سہیل:۔ "مقروض؟ بھئی خدا نہ کرے ایسی بات نہ کہا کرو مجھے بس قرض ہی سے چڑھ ہے خدا بچائے رکھے اس بلا سے۔"

غفور:۔ "میاں وہ حساب مانگتا ہے۔"

سہیل:۔ "لاحول ولا قوۃ۔ اب میں کیسے زبانی حساب لگا کر بتا سکتا ہوں کہ کتنے ووٹ دلوا سکوں گا۔ اچھا میں خود اس سے کہے دیتا ہوں۔" (جاتا ہے)

بیوی:۔ "غفور ذرا سننا تو سہی کیا کہہ رہے ہیں اس سے۔"

غفور:۔ "بیوی اب میں کیا بتاؤں۔ مجھے تو کچھ قرض ورض کا قصہ معلوم ہوتا ہے۔"

بیوی:۔ "تجھے کیسے معلوم۔"

غفور:۔ "جمیل میاں اور بابو جی دونوں اسی لئے آئے تھے۔ میاں نے بڑے بڑے بہانے کئے ہیں ممبری وممبری کی تو کسی نے ایک بات بھی نہیں کہی۔"

بیوی:۔ "میرا تو خود ماتھا ٹھنکا تھا مگر اب کہتی کیسے۔ اچھا یہ تو پتہ چلا یہ قرض لیا کیوں گیا ہے۔"

(میاں آرہے ہیں)

غفور:۔ "بیوی وہ جمیل میاں کہہ رہے تھے کہ کپڑے والا کسی طرح نہیں مانتا۔"

سہیل:۔ "تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ میں نے سوٹ کا کپڑا ہرگز قرض نہیں لیا

ہے نہ قرض سلوایا ہے۔"

غفور:" تو میاں میں یہ کب کہہ رہا تھا۔"

سہیل:" نہیں کہہ رہا تھا میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اور اگر اس نمک حرام نے یہ کہا ہے کہ میں کشمیر قرض لے کر گیا تھا تو یہ بھی جھوٹ ہے۔"

بیوی:" تو کون کہہ رہا ہے کہ تم نے قرض لیا ہے ـــــ"

سہیل:" آپ دونوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ گویا میں جھوٹا ہوں۔ نہ میں نے سوٹ کا کپڑا قرض لیا نہ قرض سلوایا نہ قرض کا سوٹ پہن کر قرض کا روپیہ لے کر کشمیر گیا یہ سب اس کی تہمت ہے اور اب میں ایک منٹ کے لئے بھی اس کو گھر میں نہیں رکھ سکتا نکل یہاں سے (تیز ہو کر) نکل ابھی نکل۔ نمک حرام۔ نکل ـــــ"

غفور:" میاں میں نے تو ـــــ"

سہیل:" نکل۔ اسی وقت کالا منہ کر نکل ورنہ میں گردن میں ہاتھ دے کر نکالوں گا۔"

بیوی:" سنا تو کرو کسی کی بات۔ اس کا کیا قصور ہے۔"

سہیل:" اس کا قصور نہیں تو میرا ہے۔ میں نکلا جاتا ہوں۔"

(تیز قدم بڑھاتا ہے)

بیوی:" ٹھہرو تو سہی۔ پورا قصہ تو سن لو ـــــ ارے سنتے ہو ـــــ"

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

پہلی جنوری

اَفرَادُ

رشید	ایک بدمزاج
شکیلہ	رشید کی بیوی
سراج	رشید کا نیک مزاج دوست
جمیلہ	سراج کی بدمزاج بیوی
شکور	ملازم

(گھڑی کے الارم کی آواز۔ ساتھ ہی ساتھ بیوی جاگ اٹھتی ہے؛

بیوی: "اُنھ ہونھ۔ ۔ ۔ اُنھ، اُنھ۔ ۔ ۔ ۔"

میاں: "آخاہ ۔ ۔ ۔ آ، آ ۔ ۔ ۔ ۔ خاہ ۔ ۔ ۔"

بیوی: "توبہ ہے، یہ آخر آدھی رات کے لئے الارم کس نے لگا دیا تھا؟"

میاں: "آدھی رات ہے یہ۔ ذرا دیکھو تو لحاف سے منہ نکال کے دن نکل آیا ہے چہکنے کو ہیں ——"

بیوی: "مگر یہ الارم لگایا کس نے تھا؟"

میاں: "میں نے لگا دیا تھا۔ پریڈ دیکھنے جانا ہے نا۔"

بیوی: "پریڈ؟"

میاں: "ہاں پریڈ۔ آج پہلی جنوری ہے نا!"

بیوی: "ٹھیک ہے آج پہلی جنوری ہے۔ اور تم نے نئے سال کی مبارک باد بھی نہ دی۔ خیر میں ہی تم کو نئے سال کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

میاں: "تم کو بھی نیا سال مبارک ہو۔ خدا کرے یہ سال ہم سب کے لئے بھاگوان گزرے۔"

بیوی: "اچھا دیکھو آج کسی بات پر غصہ نہ کرنا ورنہ جھگڑا ہو گیا تو پورا سال اسی کل کل میں گزرے گا۔ سمجھے نا؟"

میاں: "مگر ایک بات ہے کہ تم بھی آج غصہ دلانے کی کوئی بات نہ کرنا۔ میں تو خود چاہتا ہوں ہم دونوں اس طرح ہنسی خوشی رہیں کہ دوسرے میاں بیوی ہم سے سبق لیں۔"

بیوی: "میں غصہ دلانے کی کونسی بات کرتی ہوں اور اگر کوئی بات ہو بھی جائے تو آدمی ٹال دے مگر تم تو بعض اوقات لڑائی کے بہانے ڈھونڈتے ہو۔ چلتی ہوئی ہوا سے لڑتے ہو۔"

میاں: "اس قسم کے موقعوں پر تم ہنس دیا کرو۔"

بیوی:۔ ہاں میں ہنس دیا کروں اور تم غصہ کیا کرو جیسے میں تو آدمی ہوں ہی نہیں:۔

میاں:۔ بھلا یہ بھی تو غور کرو کہ میں تم پر غصہ نہ کروں گا تو کس پر کروں گا اور تم ہی میرے غصہ کو برداشت نہ کرو گی تو کون کرے گا:۔

بیوی:۔ تو کیا میں برداشت نہیں کرتی ہوں۔ میں نے جیسا تمہارے غصے کو برداشت کیا ہے اس کو میرا ہی دل جانتا ہے:۔

میاں:۔ نہیں بھی نہیں میں نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ میرے غصے پر تم کو بھی ایسا غصہ آتا ہے کہ میں اپنا غصہ بھول کر اپنی جان بچانے کی فکر کرتا ہوں اور تم ایسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑتی ہو کہ توبہ ہی بھلی:۔

بیوی:۔ اور کیا ایسے ہی تو بیچارے نیک ہیں۔ غصہ میں تم کو اگر پلٹ کر جواب بھی دیدوں تو آفت آجائے میں بیچاری کیا غصہ کروں گی:۔

میاں:۔ بھئی اگر ایمان کی پوچھتی ہو تو بات یہ ہے کہ دونوں تیز مزاج ہیں اور ہم دونوں ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے:۔

بیوی:۔ ہاں تو میں یہ کب کہتی ہوں کہ میرے مزاج میں غصہ ہے ہی نہیں مگر خدا نہ کرے کہ تمہاری طرح غصہ میں آپے سے باہر ہو جاؤں اگر مجھ میں بھی تمہاری طرح غصہ ہوتا تو ایک دن بھی بسر نہ ہوتی:۔

میاں:۔ یہ تو خیر آپ کی پرورش ہے کہ آپ میرے ساتھ بسر کر رہی ہیں مگر آپ کی ساری خطا یہ ہے کہ اپنے غصے کو کبھی غصہ ہی نہیں سمجھتیں اور میری ذرا سی بات آپ کے لئے غصہ ہو جاتی ہے:۔

بیوی :۔ اب میری زبان نہ کھلواؤ اگر کھری کھری کہوں گی تو برا مانوگے میں تو یہ کہتی ہوں کہ جب تم کو غصہ آتا ہے تو کچھ سجھائی نہیں دیتا خدا نہ کرے کہ تمہارا ایسا غصہ کسی میں ہو۔"

میاں :۔ وہی نا کہ میرا غصہ تو غصہ ہے اور تمہارا غصہ گویا کچھ بھی نہیں تم ہمیشہ مظلوم بنی رہتی ہو کاش تم نے کبھی اپنی زیادتی بھی کبھی ہوتی۔"

بیوی :۔ اچھا تو میں پوچھتی ہوں کہ کل آخر میری کیا زیادتی تھی میں نے یہی تو کہا تھا کہ تم کو اپنے دوستوں کے پیچھے گھر کا ہوش نہیں ہے۔"

میاں :۔ اچھا تو تم ہی بتاؤ کہ یہ کونسی کہنے کی بات تھی دنیا میں کس کے دوست نہیں ہوتے۔"

بیوی :۔ ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں مگر یہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ بس صبح سے شام تک اور پھر آدھی آدھی رات تک دوستوں ہی میں آدمی ہا ہا ہو ہو کیا کرے۔"

میاں :۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں ساری دنیا کو چھوڑ کر بس گھر میں گھس کر بیٹھ رہوں کیوں ——؟"

بیوی :۔ اور تم یہ چاہتے ہو کہ بس گھر کو چھوڑ کر اور ساری دنیا سے مطلب رہے۔"

میاں :۔ تو تم نے مجھ سے اسی طرح سمجھا کر کہہ دیا ہوتا۔"

بیوی :۔ اے اور کیا۔ ایسے ہی تو تم میری سننے والے ہو۔ بغیر کچھ کہے تو یہ آفت آئی کہ ہمسائی تک سوتے میں اچھل پڑیں ——"

میاں :۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمسائی کے ڈر سے اپنے گھر میں کوئی بولے

بھی نہیں اور یہ ہمسائی کا قصہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ ان سے بھی میرے غصہ کا رونا رویا گیا ہوگا۔"

بیوی:۔ "ہاں کیوں نہیں۔ میں دنیا بھر میں تمہارے غصہ کا رونا ہی تو روتی پھرتی ہوں۔ انہوں نے خود ہی پوچھا تو البتہ میں نے بھی کہہ دیا کہ خفا ہو رہے تھے۔"

میاں:۔ "ہاں، ہاں، وہ تو میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تم مجھ کو بدنام کرنے سے باز نہیں آسکتیں، اپنے میکے میں میرا غصہ تم نے مشہور کیا اپنی ایک ایک بہن کو بٹھا کر میری بدمزاجی کا رونا روئیں اب پاس پڑوس میں میری دماغ کی خرابی کا ڈنکا پیٹو۔"

بیوی:۔ "دیکھو اس وقت میکے کا کوئی ذکر نہیں تھا۔"

میاں:۔ "تھا کیسے نہیں جب بات پیدا ہو گی تو کہی بھی جائیگی۔"

بیوی:۔ "اچھا تو تم قسم کھا کر کہہ دو کہ میں نے تم کو بدنام کیا ہے۔"

میاں:۔ "قسم کھا کر کہہ دوں گویا میں جھوٹا ہوں۔ دروغ باف ہوں، کذاب ہوں۔"

بیوی:۔ "دیکھو اب تم ہی کو غصہ آرہا ہے اور بیکار کو بات بڑھ رہی ہے۔"

میاں:۔ "غصہ آ کیا رہا ہے جب مزاج ہی خراب ہے تو غصہ آنا کیا معنی مگر میں نے تو خود آپ کے گھر میں کسی کو فرشتہ نہیں دیکھا اپنے والد صاحب کو دیکھیئے کھانے میں نمک تیز ہو جائے تو دستر خوان الٹ دیتے ہیں۔ بھائی صاحب قبلہ ہیں کہ بارود کے بنے ہوئے ہیں مگر صاحب بدنام ہیں تو ہم ——— ہینھ۔"

بیوی:۔ "آگیا نا غصہ۔ میں تو پہلے ہی ڈر رہی تھی۔"

میاں:۔ "پھر وہی غصہ۔ ارے صاحب یہ غصہ نہیں واقعہ ہے کہ تم نے مجھ کو

بدنام کیا ہے تم نے میرا غصہ مشہور کیا ہے اور تمہاری ہی وجہ سے سب مجھ کو بدمزاج کہتے ہیں۔"

بیوی "اب تم ہی بتاؤ کہ یہ غصہ نہیں تو آخر کیا ہے اور اس میں میرے مشہور کرنے کی کیا بات ہے کیا کوئی تمہاری یہ آواز نہیں سنتا۔"

میاں "آواز نہیں سنتا۔ آواز نہیں سنتا۔ کوئی آواز سنے گا تو میرا کیا کرے گا۔ جو کوئی مجھے کچھ دیتا ہو نہ دے۔ تمہارے گھر والے مجھ کو بدمزاج کہتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر بدمزاج سے تعلقات ہی کیوں رکھتے ہیں۔"

بیوی "وہ تو تم خدا سے چاہتے ہو کہ کسی بہانے تعلقات چھوٹ جائیں مگر میں پوچھتی ہوں کہ آخر اس وقت میرے گھر والوں کے طعنے کیوں دے رہے ہو میں نے تو کبھی تمہارے گھر والوں کے لئے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔"

میاں "میرے گھر والوں کے متعلق تم کیا کہتیں۔ کوئی بات ہوتی جب ہی تو کہتیں"

بیوی "اب کہلواتے ہو تو سنو میرے واسطے کونسی بات اٹھا رکھی گئی تمہارے یہاں بدمزاج میں ہوں۔ پھوہڑ میں ہوں۔ لڑاکا میں ہوں تم کو میں نے الو بنا رکھا ہے۔ ایک بات ہو تو کہی جائے۔"

میاں "میرے گھر والوں میں سے کوئی ایسی باتیں نہیں کہہ سکتا۔"

بیوی "ہاں ہاں تمہارے گھر والے تو سب بڑے سیدھے۔ بڑے شریف اور بڑے نیک ہیں برائیاں تو بس میرے گھر والوں میں ہیں۔"

میاں "بے شک اس میں کیا کچھ جھوٹ بھی ہے تمہارے میکے میں چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب کو میں نے خوب سمجھا ہے۔"

بیوی "خدا کی مار ہے مجھ پر کہ میری وجہ سے میرے میکے والے خواہ مخواہ بٹورے جا رہے ہیں۔ خدا مجھ کو موت بھی تو نہیں دیتا کہ یہ قصہ ہی پاک ہو جائے"

میاں "میرے ظلم ہی اتنے زیادہ ہیں کہ ان بیچاری کے لئے سوائے موت کے کوئی چارہ نہیں"

بیوی "معلوم نہیں کس دن میرے میکے والوں نے تمہاری بدمزاجی کی شکایت کی تھی البتہ اپنے غصّے کا چرچا میں نے تمہارے یہاں بچے بچے کی زبان سے سنا ہے ابھی کل وہ "ٹانگ برابر کا چھوکرا بشیر کہہ رہا تھا کہ بھابی جان نے تو بھائی جان کو دبا لیا ہے"

میاں "تو کیا جھوٹ کہتا تھا۔ دیکھتا نہیں ہے وہ کہ برابر سے لڑتی ہو تم کو تو شاید یہی تعلیم دی گئی ہے کہ شوہر کو جوتی کی نوک پر رکھ کر مارنا"

بیوی "ہاں تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہاری ہی شہ پا کر یہ چھٹانک چھٹانک بھر کے بچے تک مجھ کو جو چاہتے ہیں کہتے ہیں"

میاں "خیر تمہارے یہاں تو من من بھر کے بڈھے میری بدمزاجی کا رونا روتے ہیں ارے صاحب میرا غصہ تیز ہے میں بدمزاج ہوں میرا دماغ خراب ہے تو مجھ کو میرے حال پر پڑا رہنے دیں اگر کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں تو جو چور کی سزا وہ میری"

بیوی "اب جو تم اتنی زور زور سے چیخ رہے ہو تو جو کوئی سنے گا وہ کیا کہے گا۔ یہی نا کہ غصہ کر رہے ہو"

میاں:- "یہ میں غصہ کر رہا ہوں"

بیوی:- "تو مجھے کیا معلوم کہ غصہ کی طرح کی تمہاری خوش مزاجی بھی ہوتی ہے اور اس طرح تم مذاق کیا کرتے ہو"

میاں:- "میں مذاق نہیں کر رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں کہ تم نے میرے غصہ کا ڈھنڈورہ پیٹا ہے۔ تم نے تمام دنیا میں مجھ کو بدنام کیا ہے اور تمہاری ہی وجہ سے میں بدمزاج مشہور ہوں"

بیوی:- "اچھا اب تم ہی بتاؤ کہ اس وقت غصہ کی کونسی بات تھی"

میاں:- "غصہ کی بات —— پھر وہی غصہ کی بات —— ارے صاحب غصہ کی بات یہی ہے کہ آپ اس کو غصہ کہتی ہیں"

بیوی:- "توبہ ہے اللہ۔ غصہ کرتے جاتے ہیں اور پھر یہ بھی مصیبت ہے کہ اس کو غصہ نہ کہو"

میاں:- "نہیں کہو ضرور کہو مجھے تو دیکھنا یہ ہے کہ تم مجھ کو بدنام کر کے آخر پاؤ گی کیا اور میرا بگاڑ ہی کیا لو گی"

(سراج اور مسز سراج "جمیلہ" داخل ہوتے ہیں)

سراج:- "ارے بھئی بغیر پوچھے ہم آسکتے ہیں"

جمیلہ:- "بغیر پوچھے آنے والے جو شرمندہ ہونا نہیں چاہتے یہی کہتے ہیں"

سراج:- "مگر یہ واقعہ کیا ہے"

جمیلہ:- "شاید ہم لوگ مخل ہوئے"

سراج:- "نہیں صاحب یہاں تو دونوں طرف نگاہوں میں شعلے۔ ابرو پر

بہت سی شکنیں۔ اور نتھنے پھولے ہوئے نظر آرہے ہیں یہ آثار تو ورزش کے ہو سکتے ہیں ورنہ کچھ کھٹ پٹ ہوئی ہے۔"

جمیلہ:۔"کیوں بہن شکیلہ کیا بات ہے آخر؟"

شکیلہ:۔"کوئی بات نہیں بہن۔"

سراج:۔"اماں رشید آخر واقعہ کیا ہے؟"

رشید:۔"کچھ بھی نہیں آؤ بیٹھو۔"

جمیلہ:۔"کچھ ہے ضرور چاہے کہو نہیں مگر ہانپ رہی ہو بہن تم۔"

شکیلہ:۔"کچھ بھی نہیں یوں ہی ذرا طبیعت خراب ہے۔"

سراج:۔"یار رشید تم بھی تو کچھ کانپ سے رہے ہو۔"

رشید:۔"ہاں شاید سردی لگ رہی ہو اور کوئی بات نہیں۔"

جمیلہ:۔"میں کہتی ہوں ضرور کوئی بات ہے تمہاری آنکھوں سے شکایت برس رہی ہے۔ چہرہ بھی تمتمایا ہوا ہے۔"

شکیلہ:۔"ابھی سو کر اٹھی ہوں شاید کوئی ایسا ویسا خواب دیکھا ہو۔"

سراج:۔"رشید تم چھپانے کی کوشش نہ کرو ضرور جھڑپ ہوئی ہے تم سنبھلنے کے باوجود اب تک بپھرے ہوئے ہو۔"

رشید:۔"اماں کچھ نہیں ان کی عادت ہے کہ میری ذرا سی بات کو غصہ کہدیتی ہیں اور تمام دنیا میں میرے غصہ کا ڈھنڈورا دن رات پیٹا کرتی ہیں۔"

شکیلہ:۔"دیکھو بہن جمیلہ یہ میں ڈھنڈورہ پیٹ رہی ہوں خود اپنے غصہ کا نمونہ دکھایا جارہا ہے۔"

سراج "عورتیں ہوتی تو بڑی پروپیگنڈہ باز ہیں خدا ہی ان کی پروپیگنڈہ بازی سے بچائے"

جمیلہ "بس رہنے بھی دیجئے میرے سامنے یہ اوٹ پٹانگ نہ ہانکئے گا میں خوب جانتی ہوں کہ مرد ہمیشہ مرد ہی کی ہمدردی کرتا ہے"

سراج "تو میں کچھ کہہ تھوڑی رہا ہوں۔ ہاں بھئی رشید تو تم ہی غم کھاؤ۔ مجھ کو دیکھو کہ کس طرح پسپائی میں خوش رہتا ہوں۔

جمیلہ "یہ ہے وہی۔ وہ تم کیا کہہ رہے تھے ——— پرد ———"

سراج "پروپیگنڈہ"

جمیلہ "ہاں پروپیگنڈہ۔ گویا میں تم پر زیادتی کرتی ہوں اور تم میری زیادتیاں برداشت کرتے ہو۔ میں ظالم ہوں اور تم مظلوم ہو۔ آ فوری مرد کی چالاک ذات ذرا سی بات میں کتنی بڑی بات کہہ گئے۔ ارے تم کو وہ بیچارے کیا دیکھیں گے تم کو تو کوئی میری آنکھوں سے دیکھے"

سراج "اب تک کہا جاتا تھا کہ لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے مگر آپ یہ فرماتی ہیں کہ مجنوں کو لیلیٰ کی آنکھوں سے دیکھو"

جمیلہ "کلیجے میں جتنی بے بی اور اب مذاق کر رہے ہیں آپ پسپا ہیں! میں نے پسپا کیا ہے آپ کو۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ آپ نے کہا کیسے"

سراج "ارے چھوڑو بھی اس قصہ کو یوں ہی کہہ دی ایک بات اگر یہ کوئی سخت بات ہے تو واپس لیتا ہوں میں مگر تم تو خود ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنی نازک مزاجی کا نمونہ پیش کرنے لگیں"

جمیلہ: "ہاں یہی تو میں کہلوانا چاہتی تھی کہ سب سے پہلے تو تم خود ہی مجھ کو نازک مزاج سمجھتے ہو۔ جب ہی تو تمہارے تمام گھر والے مجھ کو بم کا گولہ سمجھتے ہیں ــــــ"

سراج: "بم کا گولہ؟"

جمیلہ: "ہاں ہاں بم کا گولہ۔ کیا میں بہری ہوں سنتی نہیں ہوں کہ میری بدمزاجی کا گھر بھر میں چرچا ہے گھر والے آئے گئے تک میری بدمزاجی پہ نام رکھہ جاتے ہیں کل تحصیلدار کی بیوی نے سب کے سامنے کہا کہ بہو کا مزاج ذرا تیز ہے"

سراج: "پھر آپ نے کیا کہا"

جمیلہ: "میں کیا کہتی پہلے تو چپ رہی پھر جب میں نے دیکھا کہ سب ہی سنکر چپ ہو رہے تو اتنا ضرور کہا کہ اپنے لئے ذرا نیک مزاج بہو ڈھونڈھ کر لائیے گا"

سراج: "گویا آپ نے تصدیق کر دی"

جمیلہ: "یہ ــــــ ان کی بات کوئی بات نہ ہوئی اور میری بات بدمزاجی کی تصدیق ہو گئی۔ وہ تو میں کہہ ہی رہی ہوں کہ سب سے زیادہ تم ہی مجھ کو بدمزاج سمجھتے ہو"

شکیلہ: "ہٹاؤ بھی بہن تم ہی چپ رہو مجھے دیکھو کہ سب کچھ سنتی ہوں سنتے سنتے کلیجے میں زخم پڑ گئے ہیں مگر چپ ہوں"

رشید: "پھر تم نے وہی بات کہی۔ میں کہتا ہوں کہ تم آخر کلیجے میں زخم کیوں

ڈال رہی ہو میری بدمزاجی اگر برداشت نہیں ہوتی تو میں آج سے باہر رہا کروں گا۔"

شکیلہ:" آپ تو بے بات کی بات پیدا کرتے ہیں یہاں آخر آپ کا ذکر تھا جو آپ باہر رہنے کے لئے تیار ہو گئے۔"

رشید:" میری آنکھوں میں دھول جھونکتی ہو۔ مجھ کو گدھا سمجھتی ہو میں اندھا ہوں آخر تم ابھی کیا کہہ رہی تھیں۔"

شکیلہ:" میرا مطلب تو یہ تھا کہ دنیا کی زبان کوئی نہیں روک سکتا مگر آپ کو تو آرہا ہے اس وقت غصہ ہر بات اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں۔"

رشید:" پھر وہی غصہ، غصہ، غصہ ——— غصہ نہ ہوا تمہارا وظیفہ ہو گیا۔"

شکیلہ:" اچھا تو آپ بتادیجے کہ غصہ کو کیا کہا کروں۔"

رشید:" تو یہ غصہ کر رہا ہوں"؟

شکیلہ:" اب میں کیا بتاؤں میں تو ذرا سی بات کہہ کر گنہگار ہو جاتی ہوں۔ اب جو آپ کہئے وہی کہوں۔"

سرور:" اماں چھوڑو بھی ان باتوں کو یہ باتیں نہ اب تک طے ہوئی ہیں نہ طے ہوں گی ان باتوں کو تو میری طرح ہنس کر ٹال دیا کرو۔"

جمیلہ:" یہ بے چارے ان باتوں کو ہنس کر ٹال دیا کرتے ہیں۔ بڑے نیک ہیں اور میں ہمیشہ یہی باتیں کیا کرتی ہوں۔ بس ان کی وجہ سے لڑائی ٹلا کرتی ہے۔"

سرور:" لاحول ولا قوۃ۔ آپ پھر برا مان گئیں۔ میرا مطلب تو یہ ہے کہ میاں

بیویوں میں یہ چھیڑ چھاڑ چلی ہی جاتی ہے جس طرح خود اپنے یہاں میں کبھی کبھی چپ ہو جایا کرتا ہوں اسی طرح ان کو بھی اس وقت چپ ہو جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

جمیلہ:- "وہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ گویا تمہاری وجہ سے ہمارے گھر کی لڑائی ٹلا کرتی ہے۔ یہی تو تم کہہ رہے ہو۔"

سراج:- "اچھا تو اب آپ جو کچھ کہئے وہ کہوں۔ میں اگر اپنی طرف سے کچھ اور کہوں گا تو اس کے معنی خدا جانے کیا ہو جائیں گے۔"

جمیلہ:- "میں تو زبردستی معنی پیدا کر کر کے تم سے لڑا کرتی ہوں، خدا غارت کرے مجھ لڑنے والی کو ـــــ"

سراج:- "ارے، ارے، ارے ـــــ لاحول ولا قوۃ ـــــ خدا کے لئے یہ کوسا کاٹی شروع نہ کرنا۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ اچھا خیر کچھ نہیں مجھ سے غلطی ہوئی۔"

شکیلہ:- "بس بہن بس۔ دیکھو تو وہ کس طرح مرد ہو کر تمہاری باتوں کو ٹال رہے ہیں۔"

رشید:- "یعنی یہ کہ نہیں ٹالتا ہوں تو ایک میں۔ دنیا کے مردوں میں بدترین مرد میں ہوں۔ ہر ایک میں ان کو خوبی نظر آسکتی ہے مگر میں تو ایسا گیا گذرا ہوں کہ مجھ میں کوئی خوبی نہیں ـــــ"

شکیلہ:- "لو اور سنو۔ اسے میں کہتی ہوں کہ کیا زبان میں تالا ڈال لوں، منہ کو تاکر بیٹھ رہوں۔ اچھا اب میں ایک لفظ بھی نہ بولوں گی۔"

سراج:" بھئی رشید۔ اب اگر تم بولے تو یہ تمہاری زیادتی ہوگی۔ بھابی نے اس وقت اپنی طرف سے قصہ کو ختم کر دیا ہے۔"

جمیلہ:" میں جانتی ہوں کہ یہ تم مجھے سنا رہے ہو مگر میں عورت کو اتنا گرا ہوا نہیں دیکھ سکتی اور نہ خود اتنا گر سکتی ہوں سمجھے کہ نہیں۔"

سراج:" یعنی آپ کا یہاں کیا ذکر تھا اور آپ سے گرنے کے لئے کہا کس نامعقول نے ہے۔ آپ کے لئے تو خدا مجھ کو گرنے کو سلامت رکھے۔"

جمیلہ:" تم اپنا ٹٹو آگے ہی رکھو اور اپنے کو برابر نیک ثابت کئے جاؤ۔"

سراج:" لیجئے صاحب جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا ترجمہ گویا یہ ہوا۔ اچھا صاحب فرض کر لیجئے کہ میں اپنے کو نیک ہی ثابت کر رہا ہوں تو اس سے آپ کو کیوں پریشانی ہوتی ہے۔"

رشید:" نہیں سمجھے تم، بڑے کودن ہو۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ اگر تم نیک ثابت ہو گئے تو لڑائی کی جڑ گویا تمہاری بیوی قرار پائیں گی اور اگر وہ نیک ہیں تو تم۔"

شکیلہ:" یہی قصہ تو ہمارے یہاں بھی ہے۔"

رشید:" غلط کہتی ہو تم یہ قصہ ہمارے یہاں نہیں ہے۔ ہمارے یہاں تو مصیبت یہ ہے کہ تمہاری خاموش حرکتوں کو کوئی دیکھنے نہیں آتا اور میری آواز دور ہی سے لوگ سن لیتے ہیں۔"

سراج:" خیر اپنے یہاں کا معاملہ تو میں بالکل سمجھ گیا کہ آئندہ سے مجھ کو یہ کہنا چاہئے کہ میں بڑا بدمزاج ہوں۔"

شکیلہ:۔ اور مجیبہ کو ہر ایک سے یہ کہنا چاہیئے کہ یہ جو کڑک دار آواز آپ لوگ سنتے ہیں وہ ان کی نہیں دراصل میری ہوتی ہے۔"

رشید:۔ یہ ہے وہ چٹکی جس کو دیکھنے نہ تمہاری ہمسائی آئیں گی نہ گھر کا کوئی آدمی البتہ سب میرا غصہ دیکھ لیں گے اور میری ہی بدمزاجی کا سب کو یقین آئے گا۔"

جمیلہ:۔ افسوس تو یہ ہے کہ پریڈ دیکھنے جانا ہے نہیں تو میں آج اس قصہ کو ہمیشہ کے لئے طے کر کے اٹھتی کہ زیادتی میری طرف سے ہوتی ہے یا ان کی طرف سے یہ ہمیشہ بھیگی بلی بن کر الگ ہو جاتے ہیں اور مجیبہ کو نکّو بنوا رکھا ہے۔"

رشید:۔ پریڈ اب کہاں رکھی ہے۔ اس پریڈ ہی کم بخت نے تو آج نیا سال اس شگون کے ساتھ شروع کیا ہے۔"

شکیلہ:۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ دیکھو آج کوئی بات ایسی نہ ہو کہ غصہ آئے نہیں تو پورا سال اسی طرح گذرے گا۔"

سراج:۔ اور یہی میں نے ان سے کہا تھا مگر ——"

جمیلہ:۔ دیکھو جی پھر تم نے اپنا ذکر کیا۔ تم نے یہ کہا تھا کہ آج نیا سال شروع ہو رہا ہے آج ذرا ناک پر بیٹھنے والی مکھی سے ہوشیار رہنا۔ یہ تو اور بھی چھیڑنا ہوا۔"

رشید:۔ اور ان بیگم صاحب کا مطلب کیا تھا یہی کہ تمہارا غصہ تو گویا ضرورت ہی ہماری ہے مگر آج نہ آئے تو اچھا ہے اس کے معنی یہ ہوتے غصہ میں کہا

ہو تو آئے "

(ملازم داخل ہوتا ہے۔)

ملازم: "بیگم صاحب چائے تیار ہے"

شکیلہ: "تو میں کیا کروں صاحب سے کہو"

رشید: "پھینک دے جا کے چائے چولھے میں۔ دور رہو یہاں سے ——
گیا یا کچھ لے کر جانے کا ...... —— (ملازم جان بچا کر بھاگتا ہے۔)

شکیلہ: "میں کہتی ہوں کہ آخر چائے نے کیا بگاڑا ہے"

سراج: "یہی تو ابھی غور کر رہا تھا کہ آج گھر پر چائے نہیں ملی تو کیا یہاں بھی نہ ملے گی ...."

جمیلہ: "گھر پر تو تمہیں کبھی کچھ ملتا ہی نہیں ہے۔ فاقے کرتے ہیں بے چارے کیا کریں۔ جو کوئی سنے وہ کیا کہے یہی نا کہ بیوی بے ڈھنگی ہے"

سراج: "میرا مطلب یہ تھا کہ ——"

جمیلہ: "میں مطلب وطلب کچھ سننا نہیں چاہتی تمہارا جتنا جی چاہے بدنام کر لو۔ آخر میں پوچھتی ہوں کہ تم کو کس نے منع کیا تھا کہ چائے نہ پیو ——"

رشید: "تو تم چائے پی لو نا سراج"

شکیلہ: "آپ پئیں گے تو وہ بھی پئیں گے"

رشید: "میرا اس وقت چائے پینے کو دل نہیں چاہتا"

سراج: "میں تو یوں ہی کہہ رہا تھا مذاق میں۔ چائے تو میں پی کر آیا ہوں"

جمیلہ: "غلط کہتے ہو تم، مجھ کو کپڑے پہننے میں ذرا دیر ہو گئی تو کہنے لگے پرید ختم

ہوئی جاتی ہے۔ ہتھیلی پر سرسوں جما کر وہاں سے چلے آئے اور اب چلے ہیں
باتیں بنانے ــــــ "

شکیلہ: "تو چلئے نا آپ سب چائے آخر تیار ہی رکھی ہے۔"

رشید: "چلئے چلتا ہوں آپ نے کلیجہ جتنا ٹھنڈا کیا ہے اس کو اب چائے سے
معتدل بنانے کے لئے چلتا ہوں۔"

شکیلہ: "اٹھو جمیلہ۔ بری بات ہے کہنا بھی مان لیا کرتے ہیں۔ آئیے سراج
صاحب۔" (سب اٹھ کر ڈائننگ ہال میں جاتے ہیں۔ میز پر پیالیوں
کی کھڑبڑ کھڑبڑ سنائی دیتی ہے اور رشید پھر بلند آواز سے کہتا ہے)

رشید: "کلو ــــــ کلو ــــــ کدھر ہے آخر تو ــــــ "

شکور: "سرکار ــــــ میں چائے لا رہا تھا ــــــ "

رشید: "دیکھ تو سہی یہ پیالی ہے۔"

شکور: "نئی پیالیاں بیگم صاحب نے رکھوا دی ہیں باہر نکلی ہوئی یہی ہیں۔"

رشید: "اور بیگم صاحب نے منع کر دیا ہے کہ ان پیالیوں کو بھی دھونا نہیں۔
کیوں، دیکھ اسے آنکھیں کھول کر۔"

شکور: "سرکار ابھی صاف کر کے سب پیالیاں رکھی ہیں۔"

شکیلہ: "جا کے پھر صاف کر اسے۔"

رشید: "اب آپ کو خیال آیا ہے۔ نوکر بھی دیکھتے ہیں کہ جب گھر کی مالکہ کا یہ
حال ہے تو ان کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

سراج: "گھر کی مالکہ کی توجہ بڑی ضروری ہے۔"

جمیلہ:۔ کیا مطلب اس سے تمہارا۔ میں نے کس دن تمہارے یہاں توجہ نہیں کی تھی ——"

سراج:۔ اے سبحان اللہ۔ یعنی آپ ہوا سے لڑ رہی ہیں آپ کا یہاں کیا ذکر تھا آخر؟"

جمیلہ: ارے میں خوب سمجھتی ہوں تمہارے ان چھینٹوں کو مجھ سے باتیں تو بناؤ نہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ ایک دن میں گھر میں نہ ہوں تو پتہ چلے:۔

رشید:۔ اب میرا منہ کیا دیکھ رہا ہے۔ ہٹا یہاں سے اس پیالی کو۔ نہیں لیتے"

(پیالی اٹھا کر پھینک دیتا ہے اور وہ ٹوٹ جاتی ہے)

شکیلہ:۔ اب یہ بھی غصہ نہیں ہے تمہارا۔ پورا سٹ خراب گیا یا نہیں"

رشید:۔ غصہ اگر ہے تو جاؤ غصہ ہی سہی۔ نوکروں کو بھی سر پر چڑھا لیا جائے تو تم سمجھو کہ غصہ نہیں ہے میں ان سب پیالیوں کو اس وقت اس کے منہ پر ماروں گا۔ گدھا۔ نمکحرام کام چور۔ نوالہ حاضر"

شکیلہ:۔ مگر اس کم بخت کا کیا گیا نقصان تو اپنا ہوا کہ سٹ خراب گیا اب کیا اس کے ساتھ کی پیالی ملی جاتی ہے"

رشید:۔ چلیں وہاں سے سٹ خراب ہو گیا۔ تو کیا میں اس گندی پیالی میں چائے پی لیتا۔ تم تو چاہتی ہو کہ کتوں کے برتن میں مجھ کو کھانے کو دیا جائے اور میں چپ رہوں"

شکیلہ:۔ اچھا خیر ہو گا اب اس وقت تم سے کون بولے"

رشید۔ ہاں یعنی اس وقت مجھ پر بھوت سوار ہے میں پاگل ہو گیا ہوں مجھے

کتے نے کاٹ لیا ہے"۔
شکیلہ:۔ "اچھا تو تم اس پیالی میں پی لونا۔ یہ صاف ہے"۔
رشید:۔ "میں اب کسی میں نہ پیوں گا۔ بس پی چکا اور پلا چکیں تم"۔
شکیلہ:۔ "بھلا کوئی بات بھی ہے۔ دیکھئے تو سراج صاحب بے بات کی بات پیدا کر لیتے ہیں اور پھر خود ہی برا بھی مانتے ہیں"۔
رشید:۔ "سن لو سراج۔ تم کو متوجہ کیا جا رہا ہے۔ تمہاری عدالت میں یہ رحم کی درخواست ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ مظلوم یعنی میں ظالم ہوں"۔
شکیلہ:۔ "توبہ ہے کہاں سے کہاں بات پہنچ جاتی ہے"۔
رشید:۔ "تمہاری بات بس میرے دل تک اور میری بات ہمسائی کے کانوں تک تمہارے میکے والوں کی زبان تک اور جہاں تک تم چاہو"۔
شکیلہ:۔ "پھر وہی کم بخت میکے والے۔ اچھا کہہ لیجئے جو جی چاہے"۔
سراج:۔ "میرے خیال میں غصہ کی گرمی چائے کو ٹھنڈا کر دے گی"۔
جمیلہ:۔ "ہاں تم کو تو گھر پر چائے ملی نہیں ہے نا۔ تم ہر طرح اپنی بدحواسی دکھاؤ"۔
سراج:۔ "یعنی میں بولا اور آفت آئی۔ اچھا صاحب اب میں کم سے کم کچھ نہ بولوں گا"۔
جمیلہ:۔ "آفت کہو۔ قیامت کہو۔ مصیبت کہو۔ تم ہی تو میری بات کو تبنگڑ بناتے ہو"۔
رشید:۔ "لو سراج تم چائے پیو"۔

(چائے انڈیلتا ہے اور یکایک کچھ یاد آجاتا ہے تو نوکر کو آواز دیتا ہے کلو دوڑتا ہوا آتا ہے)

رشید: "کلو ـــــــ او ـــــــ کلو ـــــــ پھر غائب ہو گیا ـــــــ"

کلو: "سرکار میں پیالی صاف کر رہا تھا"

رشید: "پیالی کے بچے میں کہتا ہوں کہ کیا آج خالی گرم پانی پلائے گا کہاں ہیں بسکٹ۔ مکھن۔ ٹوسٹ۔ کیا کھایا جائے تیرا سر"

کلو: "جی ہاں۔ نکالتا ہوں بسکٹ۔ بیگم صاحب کنجی دیجئے"

رشید: "ابے کنجی کے بچے۔ اب نکالنے چلا ہے۔ مگر تیرا کیا قصور جب کنجی ہی وہ لئے بیٹھی ہیں تو تو کیا کرے"

سراج: "صاحب اس معاملے میں ہمارے یہاں اچھا انتظام ہے یہ کنجی تالے کا جھگڑا ہی نہیں رکھتیں"

جمیلہ: "ہاں ہاں۔ میں تو بے ڈھنگی ہوں۔ ہر چیز کھلی پڑی رہتی ہے جو جس کا جی چاہے لے جائے تمہارے گھر میں میری وجہ سے لٹس پڑی رہتی ہے خوب گھما پھرا کر بات کہی جاتی ہے"

سراج: "لیجئے۔ یک نہ شد دو شد۔ ہم اپنے نزدیک تعریف کر رہے تھے مگر قصہ یہ ہے کہ ہیں دراصل بے غیرت کہ بغیر بولے بھی چین نہیں، لاحول ولاقوۃ۔"

جمیلہ: "لاحول بھیجو یا کچھ مگر میں تمہاری ایک ایک بات کو خوب سمجھتی ہوں"

سراج: "اتنا تو میں بھی کہوں گا کہ یا تو جمیلہ کو بات کرنا نہیں آتی یا ہر بات کا برا پہلو نکالنے میں تم کو کمال حاصل ہے"

رشید: "نہیں صاحب قصہ یہ ہے ہمارے یہاں کہ اشرفیاں لٹتی ہیں اور

کوٹلوں پر پہرا اب کون پوچھے کہ صاحب یہ بسکٹ اور مکھن کو تالے میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

شکیلہ:- "تالے میں نہ رکھوں تو کیا کروں سب نوکر چاکر اپنی خوشی سے جو چاہیں اڑائیں اور وقت پر اگر کوئی چیز نہ ملے تو پھر تم ہی زمین، آسمان ایک کر دو۔"

رشید:- "یعنی واللہ مجھ کو پاگل سمجھا جاتا ہے۔ زمین آسمان ایک کر دو ——— مطلب یہ کہ میرے ڈر کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

شکیلہ:- "تم تو بھول جاتے ہو۔ ابھی پرسوں مکھن نہیں تھا تو تم ہی نے آفت مچا دی تھی چھری الگ پھینکی اور مکھن کا برتن الگ توڑا ——— (بہت زور سے)

رشید:- "سنا دو ——— پورا قصہ سنا دو۔ اور نمک مرچ لگا کر سنا دو۔ سراج اور جمیلہ نے پرسوں کا قصہ نہیں سنا ہے۔ ان کو واقعی سنانا چاہیئے۔"

شکیلہ:- "دیکھو ——— دیکھو ——— اتنی بلند آواز میں نہ بولو۔ پھر میں کہوں گی کہ تم خود اپنے غصہ کو شہرت دیتے ہو۔"

رشید:- "میں اپنا سر پیٹ لوں گا اس وقت۔ آخر تمہارا مطلب کیا ہے اور تم چاہتی کیا ہو۔ کیا میں نکل جاؤں اس گھر سے۔"

شکیلہ:- "میں کچھ نہیں چاہتی اور نہ میں اب کچھ کہہ رہی ہوں۔ لو یہ ہیں بسکٹ وسکٹ اتنی سی دیر کے لئے یہ آفت بھی آنا تھی۔"

رشید:- "یہ بات وہ بات اور پھر ایک چٹکی۔ کیا آفت تم پر پہلے تم ہی طے کر لو اس کے بعد چائے پیو۔"

سراج:- "اماں ہٹاؤ بھی اس قصہ کو۔ لو پیو چائے۔"

جمیلہ:" ہاں ان باتوں میں دیر ہو رہی ہے اور بیکار ان کی بھی چائے جا رہی ہے۔"
سراج:" پھر وہی۔ ارے صاحب میرا مطلب اس قصہ کو ٹالنے سے ہے اور آپ گویا مجھ پر خار کھائے بیٹھی ہیں۔"
جمیلہ:" میں تو تم پر ہمیشہ خار کھائے بیٹھی رہتی ہوں۔ پھر تم بے کار اس مصیبت کو اپنے ساتھ رکھتے ہو۔"
سراج:" ارے توبہ۔ بھئی خدا گواہ ہے جو میرا یہ مطلب ہو۔"
شکیلہ:" لو جمیلہ۔ ہٹاؤ بھی ان باتوں کو چائے پیو۔ لو یہ بسکٹ لو۔"
جمیلہ:" میں بھوک سے بدحواس تھوڑی ہوں ان کو دیجئے۔"
سراج:" لو رشید۔ بس اب پیو تم چائے ختم کر دو یہ قصہ۔"
رشید:" ہو چکا ختم یہ قصہ۔ یہ قصہ مجھ کو ختم کر کے ختم ہو گا۔"
شکیلہ:" خدا نہ کرے۔ اب دیکھئے یہ کوسنے شروع ہوئے۔"
رشید:" میں اپنے کو کوس رہا ہوں اور اپنے کو کوسنا گویا تم کو دعا دینا ہے۔"
شکیلہ:" یہ تو خدا ہی جانتا ہے اور اس کا انصاف خدا ہی کے ہاتھ ہے کہ۔"
رشید:" ہاں ہاں اگر میں تمہارے ساتھ بے انصافی کر رہا ہوں تو خدا کا غضب ٹوٹے مجھ پر ——"
سراج:" ارے یار۔ مانو گے نہیں تم۔ لو پیو۔"
رشید:" نہیں بھائی میں نہ پیوں گا اس وقت۔"
شکیلہ:" تمہاری وجہ سے۔ پھر کوئی بھی نہ پئے گا۔"
رشید:" تو میں دفعان ہوا جاتا ہوں لو۔"

(رشید جاتا ہے شکیلہ اس کے پیچھے جاتی ہے)

شکیلہ:۔ ارے سنو تو سہی۔ ٹھہر تو ——— بات تو سنو ———"

(تھوڑا وقفہ)

سراج:۔ دیکھ رہی ہو"

جمیلہ:۔ خوب دیکھ رہی ہوں"

سراج:۔ اس کو کہتے ہیں غصہ اور تم ہو کہ میرے ہی غصہ کو کہتی ہو"

جمیلہ:۔ نہیں تمہارے غصہ کو کیوں کہوں گی ہیں تو خود اپنے غصہ کو سنتی ہوں"

سراج:۔ مگر تم نے دیکھ لیا کہ غصہ اس کو کہتے ہیں میں نے کم سے کم کبھی کوئی برتن نہیں توڑا غصہ میں ———"

جمیلہ:۔ ہاں تو اب یہ ارمان بھی پورا کر لو۔ مگر تم تو بڑے نیک مزاج ہو تم کو غصے سے کیا مطلب"

سراج:۔ مگر تم ہی بدمزاج کہتی ہو"

جمیلہ:۔ میں تو صرف بدمزاج ہی کہتی ہوں اور تم تو میری ایک ایک بات کا رونا روتے پھرتے ہو کہ آج چائے نہیں ملی۔ آج کو یہ کہا ہے کل یہ بھی کہہ دینا کہ بیوی کھانے کو نہیں دیتی"

سراج۔ مگر یہ تو غور کرو کہ میں نے رشید کی طرح کبھی تم سے الٹی خوشامد نہیں کرائی ہے"

جمیلہ:۔ رشید صاحب خود بدنام ہو رہے ہیں تمہاری طرح نہیں کہ خود اچھے رہیں اور بیوی کو بدنام کرتے پھریں ان کی تیزی تمہارے گھنے پن سے اچھی"

سراج:۔ یہ بھی اپنی اپنی قسمت ہے کہ باوجود پیالی توڑنے کے وہ اچھے رہے
اور میں بُرا۔ ویسا ہی میں بھی ہوتا تو پتہ چلتا ——"
جمیلہ:۔ دوسرے کے گھر پر کہتے ہوئے شرم تو نہیں آتی کہ چائے نہیں ملی
اب چلے ہیں باتیں بنانے"۔
سراج:۔ تو کیا ہوا۔ آخر یہاں تکلف ہی کیا تھا"۔
جمیلہ:۔ تو تم ہیو جائے میں تو ہرگز نہ ہیوں گی اور اب تم ہمیشہ یہیں ہیا کرو۔
میں تو اس وقت تمہارے ساتھ آکر پچھتائی"۔
(جمیلہ اُٹھ کر جاتی ہے اور سراج اُس کے پیچھے جاتا ہے)
سراج:۔ اور چلیں کہاں۔ سنو تو سہی —— ٹھہرو تو —— بات تو سنو۔"

رات گئے

(کچھ دوست عزیز کے مکان پر جمع ہیں اور برج ہو رہا ہے ——)

عزیز: "چلئے حضرت پاس کیا ہے؟"

جگل: "حضرت عزیز فرماتے ہیں پاس کیا اور یہ بندۂ ناچیز عرض پرداز ہے ——
اچھا چلئے ٹو نو ٹرمپس"

رشید: "عزیز صاحب نے پاس کیا جگل صاحب فرماتے ہیں ٹو نو ٹرمپس۔
اور میں؟ میں بولا نو بٹ"

عزیز: "تم بولو پریم —— ایں یعنی آپ ہیں کہاں؟"

پریم: "بھئی وہ آ رہا ہے ایاز۔ آج میں نے بالکل طے کر لیا ہے اس کے پڑوس والے وہ مرزا صاحب ہیں نا ان سے کہدیا ہے بس وہیں سے تماشا دیکھا جائے گا"

جگل:- اس کو آج دیر تک روکے رکھو۔"

عزیز:- اور معلوم نہ ہونے پائے اُسے۔ یار اس نے تو واقعی ناک میں دم کر دیا ہے۔"

رشید:- (رشش) آئیے بھائی صاحب آپ ہی کا ذکرِ خیر تھا۔" (قدموں کی چاپ)

ایاز:- بھئی معاف کرنا ذرا دیر ہو گئی۔"

جگل:- بجا ارشاد ہوا سات بج رہے ہیں۔ یہ تو ہوئی ذرا دیر اور بہت دیر تو غالباً بارہ بجے سے پہلے نہ ہوتی ہوگی۔ یہ آپ آج رہے کہاں؟"

رشید:- بھابی کو کسی پارٹی کسی ایٹ ہوم یا زنانہ کلب لے گئے ہوں گے۔"

ایاز:- نہیں زنانہ کلب سے تو انہوں نے کب کا استعفیٰ دیدیا۔ وہی جو صدارت وغیرہ کا جھگڑا ہوا تھا۔"

رشید:- تو اب کلب میں کیا رہا ہوگا وہ بھی ٹوٹ جائے گا۔"

ایاز:- جی ہاں کلب کی سکریٹری صاحبہ نے لکھا تھا کہ آپ تو خفا ہو کر بیٹھ رہیں اب کہئے تو بند کر دیا جائے کلب تو انہوں نے اسی خط پر برجستہ یہ شعر لکھدیا ہے

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا

اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

جگل:- وہ بھئی اچھی چٹکی لی بھابی نے اور خود بلبل کی بلبل رہیں۔"

عزیز:- تو اب ایاز تم رہ گئے نا میں تو ہما بن کر رہ نہیں سکتا ذرا آج کل مصروف ہوں ـــــ"

(قہقہہ)

ایاز:- جب سے کلب سے استعفیٰ دیا ہے اخباروں کے نمائندے گھر گھیرے

رہتے ہیں کہ اپنا بیان دیجئے۔ استعفیٰ کی وجہ بتائیے کلب کے حالات پر روشنی ڈالئے مگر وہ اپنا کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اور اچھا ہی ہے جی۔ اس کلب ولب کے جھگڑے میں ان کی تمام انشاء پردازی خاک میں مل کر رہ گئی تھی۔ اب آج کل تصنیف و تالیف کا کام بڑے زوروں ہو رہا ہے۔

جگل:- بھائی ایاز ایک بات تو ہے کہ اس غریب کی شادی تم سے بہت غلط ہوئی ورنہ وہ تو نہ جانے کس پائے کی عورت ہوتی۔

عزیز:- تم کو ایسی بیوی کا مل جانا کہلانا خود بھی مناسب معلوم ہوتا ہے؟ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ کیا تم ایمانداری کے ساتھ اس بے چاری کے شوہر بننے کے قابل تھے۔

ایاز:- مجھے تو خود اقرار ہے کہ شادی کے معاملے میں میری قسمت واقعی قابل رشک ہے۔ مگر ایک بات ہے کہ میں باوجود ان تمام باتوں کے آج تک دب کر نہیں رہا، یہ نہیں کہ ہمارے رشید بھائی کی طرح رات گھر جانے میں ذرا دیر ہو گئی تو بید کی طرح کانپ رہے تھے۔

رشید:- میری نہ کہو۔ تمہاری قسم اس زندگی سے عاجز ہوں۔ بیوی کیا ملی ہے اتالیق مل گئی ہے۔ کیوں دیر سے آئے۔ تاش کیوں کھیلے۔ سینما کیوں گئے۔ مرقعت طالب علموں کی طرح نگرانی فرماتی ہیں اور غضب یہ کہ بات بات پر لڑنے کو موجود ———

ایاز:- نتیجہ ہے۔ دراصل حماقت کا بھی میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر مجھ کو ایسی بیوی مل جاتی تو میں بھی تمہاری طرح بیوی سے دب کر رہنے لگتا

تو زندگی سے عاجز ہونے کے بجائے کب کا خودکشی کر کے قصہ پاک کر چکا ہوتا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری زندگی صحیح معنوں میں زندگی ہے میرا گھر جنت ہے اور یہ سب کچھ دراصل بیوی کے دم سے ہے۔"

عزیز:۔ (آواز دے کر) ارے چھوٹو! آئینہ لاؤ۔"

جگل:۔ یار وحشت۔ آئینہ اس وقت کیا ہوگا۔"

عزیز:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان حضرت کو وقتاً فوقتاً آئینہ دکھا دینا چاہیے تاکہ یہ اپنی حقیقت سے بے خبر نہ ہونے پائیں۔ اور ان کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ وہ غریب عورت کس قدر قابلِ رحم ہے۔ جو ان کی زوجیت میں آجانے کے بعد بھی زندہ رہے۔"

ایاز:۔ یہ کبھی کہیے گا بھی نہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی جب میں دفتر سے آیا ہوں تو آپ غسل خانے سے بال کھولے پیازی رنگ کی ساری لہراتی ہوئی تشریف لائیں اور صحن میں قریب کرسی پر بیٹھ کر بولیں آپ جامہ زیب بہت ہیں۔"

جگل:۔ (قہقہہ مار کر) یعنی کتنا خوبصورت مذاق کیا ہے۔"

عزیز:۔ ہم بھی قائل ہو گئے۔"

رشید:۔ بھائی ایاز آپ بکنے دیجئے ان لوگوں کو ۔۔۔۔۔۔ ہاں تو پھر کیا ہوا۔"

ایاز:۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں مذاق ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ آج تک شادی کے بعد سے کوئی دن ایسا نہیں گذرا ہے کہ انہوں نے صبح اٹھ کر میری صورت نہ دیکھی ہو۔"

پریم :۔ اور رات کو خواب میں اچھل اچھل نہ پڑتی ہوں (سب کا قہقہہ)
رشید :۔ لاحول ولا قوۃ۔ کس قدر بدمذاق ہیں آپ لوگ بھی۔ آپ مجھ سے کہئے بھائی ایاز۔"
ایاز :۔ رشید بھائی میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں کوئی خوبصورت آدمی نہیں ہوں مگر ایک شریف عورت کو اپنے شوہر کی بدصورتی میں بھی حُسن نظر آتا ہے تو اس پر کسی کو ہنسنے کا کیا حق۔"
جگل :۔ مگر بھائی اس میں تو شرافت سے زیادہ تمہاری حماقت کو دخل ہے کہ وہ کرتی ہیں تم سے مذاق اور تم اس کو سچ سمجھے بیٹھے ہو۔"
عزیز :۔ یا تو پھر یہ بات ہے کہ بھابی کو نہایت موٹے تالوں کے چشمے کی فوراً ضرورت ہے۔"
رشید :۔ نہیں صاحب شریف عورت شوہر کی پرستار ہوتی ہے۔ کیوں ایاز بھائی۔"
ایاز :۔ یقین جانو کہ جس کو فریفتگی کہتے ہیں نا وہی اس عورت کا حال ہے میرے ساتھ۔"
جگل :۔ تو ان کے نزدیک آپ جامہ زیب ہیں۔"
ایاز :۔ یعنی وہ بھی سمجھتی ہیں تو اس کو آخر میں کیا کروں۔ آج ہی کہہ رہی تھیں کہ آپ پر ہندوستانی اور انگریزی لباس دونوں اچھے لگتے ہیں۔"
عزیز :۔ انگریزی لباس میں تو بھئی معاف کرنا تم اچھے خاصے بہروپیے معلوم ہوتے ہو۔"

پریم: اور ہندوستانی لباس جب پہنتے ہو تو خوبی یہ ہوتی ہے کہ کوئی چیز
اپنی نہیں معلوم ہوتی۔

جگل: اب اسی وقت اپنے لباس کی ترتیب دیکھیے کہ یہ جو پہنے ہوئے
ہے سر اقدس پر آپ نے ترکی ٹوپی پہن رکھی ہے نا۔ معلوم ہوتا ہے کہ
کیتلی پہ ترچھی ٹی کوزی رکھ دی ہے۔

پرکاش: اور شیروانی آپ کی دعا سے ایسی ہے کہ اگر اتفاق سے آپ کی
تندرستی ایسی ہو جائے کہ آپ اپنے سے دوگنے ہو جائیں تو بھی
ٹھیک رہے گی۔

رشید: مطلب آپ حضرات کا مختصراً گویا یہ ہوا کہ بھائی صاحب جامہ زیب
تو نہیں البتہ پھبتی زیب ضرور ہیں۔ مگر میں اس کے ماننے کے لئے تیار
نہیں ہوں اچھی خاصی آدمیوں کی سی صورت ہے۔

عزیز: بس یہی غلط ہے اور ان کے متعلق سب سے بڑا بہتان ہے۔

ایاز: اچھا صاحب اب اگر میں تختۂ مشق بن چکا ہوں تو اجازت دیجئے
آپ لوگوں کے پاس تو جس کو بیوقوف بننا ہو وہ بیٹھے۔

جگل: جانے دو بھائی دیر ہو جانے کی کل تو سب یار [illegible]

ایاز: جھاڑ کیا معنی جھاڑ کے۔

عزیز: کل دیر ہو گئی تھی تو بھابی نے خبر ضرور لی ہوگی۔

ایاز: جب سے رشید آئے ہیں کہ تو بے اور ان کو اختلاف شروع ہوا۔
وہ بیچاری تو کچھ [illegible] خود ہی ہیں [illegible] بات بات پر نفرت

کرو میاں وہ پڑھی لکھی سمجھدار عورت ہے روشن خیال ہے اور زندگی کو زندگی بنا کر بسر کرنا اور بسر کرانا جانتی ہے۔"

رشید:۔ ٹھنڈی سانس لے کر، ہاں بھائی یہ بھی مقدر کی باتیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ گھر گئے اور شامت آگئی۔"

ایاز:۔ کل رات کو جب میں پہنچا ہوں تو مہری کے سرہانے لیمپ روشن تھا اور دیوان غالب کا مطالعہ ہو رہا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی کہنے لگیں۔ ع۔

"صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا"

رشید:۔ بھائی صاحب دیکھئے یہ ہے فرق ایک جاہل اور پڑھی لکھی عورت کا اعتراض انہوں نے بھی کیا مگر کس خوبصورتی کے ساتھ۔ اور میری گھر والی نے دیکھتے ہی کہا، کیوں آئے اب بھی۔ ایک دم سے صبح ہی کو آجاتے نا۔"

ایاز:۔ ارے توبہ مجھ سے تو اگر وہ اس طرح کہہ دیں، تو جناب معاف کیجئے گا مزاج ٹھکانے لگا دوں اور سنئے انہوں نے کہا تھا کہ واپسی میں دیوانِ ذوق کی ذرا خبر لیں بمبئی میں یہاں کی گڑبڑ اور بے حد کم بخت کی وجہ سے بھول گیا اب جو انہوں نے پوچھا کہ لائے دیوان ذوق تو میں مسکرا کر چپ ہو گیا اور کوئی عورت ہوتی تو فوراً ناک بھوں چڑھا کر بیٹھ رہتی مگر اس نیک بخت نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ صرف یہ شعر پڑھ دیا ؎

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

رشید:۔ بھئی سبحان اللہ کیا برجستگی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقع کے لئے

یہ شعر کہا گیا تھا۔"

جگل: "یہ تمیز داری اور سلیقہ کی بات ہے۔"

عزیز: "بھابی کا رجحانِ طبع شاعری کی طرف معلوم ہوتا ہے۔"

ایاز: "شعر تو میرہ وہ خود بھی کہتی ہیں۔ ابھی چار پانچ روز ہوئے ان کی بیاض پر میں نے یہ شعر دیکھا تھا۔"

"رعنائی خیال تصور ہے آپ کا"

اور بھی ذرا دیکھنا کس رخ سے مصرع لگایا ہے۔ ع

"شائستہ غرور بنایا ہے آپ نے"

رشید: "اس شعر سے تو کہنہ مشقی اور استادی ٹپک رہی ہے۔"

ایاز: "اور نثر میں بھی ان کا رنگ سب سے الگ ہے۔ آج ہی وہ اپنی کتاب لکھتے لکھتے جو گئیں تو میں نے جا بجا اس کو دیکھا ایک جگہ لکھا تھا۔ "تم نگاہوں کے قریب تو ہو سکتے ہو مگر روح کو تم پر یقین ہے۔ اور دل تم پر ایمان لا چکا ہے۔ کیا یہ بھی محبت کی کفر سامانی ہے۔"

جگل: "اور تو خیر سمجھ نہیں اگر تم اس جملہ کا ترجمہ کر دو اپنی زبان میں تو دو پیکٹ چاکلٹ کے ابھی دیئے۔"

عزیز: "چلو دو پیکٹ میری طرف سے بھی ——"

ایاز: "بھئی تم لوگ تو ہو مسخرے اور میں لگ جاتا ہوں یہاں باتوں میں آج میں وعدہ کر چکا ہوں کہ دیوانِ ذوق ضرور لے کر آؤں گا۔ لہٰذا میں تو چلا۔

(گھڑی دیکھ کر)

افوہ ساڑھے دس۔ اچھا بھئی رخصت"

عزیز:" لو سگریٹ تو لو"

ایاز:" شکریہ (سگریٹ جلانے ہیں) جلدی سے کام ہے کہ چلا جاتا ہے)

عزیز:" اس کا دماغ واقعی چل گیا ہے"

جگل:" اور جھلا ہوا تھا کب نہیں پہلے روز ایک نئی محبت کے افسانے سنا سنا کر کان پکا دیئے تھے اب بیوی نامہ سنا سنا کے ناک میں دم کر دیا ہے"

رشید:" اچھا دیکھو وہ گیا سڑک سڑک ہم لوگ ادھر سے نکل جائیں۔ شارٹ کٹ سے اس سے پہلے پہنچنا ہے نا"

پریم:" تو چلو نا وہ تو دور نکل گیا۔ سیدھا گھر ہی جا رہا ہے"

عزیز:" آؤ چلو"

(سب اٹھ کر جاتے ہیں مرزا صاحب کے مکان میں سب خاموشی کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اور سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہیں)

رشید:" یہی ہے نیچے ایاز کا مکان"

جگل:" ابھی پہنچا نہیں شاید"

عزیز:" وہ کیا آ رہا ہے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا۔ وہی ہے نا"

پریم:" ہاں ہاں وہی ہے چپ رہو"

(ایاز دروازہ میں ہاتھ ڈال کر کنجی کھولتا ہے کنجی کی آواز پر بیوی بلند آواز سے پوچھتی ہیں)

بیوی:" کون ہے"

بیوی:- "اے میں پوچھتی ہوں کون ہے"

ایاز:- "میں ہی تھا ——"

بیوی:- "اب آدھی رات کو بھی آنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی۔ گھر جانا موا چولہے میں بیوی کے منہ کو جھلسو تم اپنے رنگ رلیوں میں رہتے"

ایاز:- "ذرا سرکاری کام سے گیا ہوا تھا ڈپٹی صاحب کے یہاں"

بیوی:- "روز ہی جاتے ہو تم ڈپٹی صاحب کے یہاں اب آئے ہیں وہاں سے مجھے جلانے۔ ڈپٹی صاحب کے یہاں گئے تھے۔ تم سے جھوٹ بکا پیلاتی ہیں مگر مجھ سے بھی آدھی رات تک جاگا نہیں جا سکتا"

ایاز:- "بس اب کل سے نہیں جانا ہے آج کام ختم ہو گیا سب"

بیوی:- "چلو ہٹو روز کے تمہارے یہی بہانے ہیں۔ یہاں ڈر کے مارے موا برا حال ہے سارا گھر پڑا ہوا سائیں سائیں کر رہا ہے اور میں ایک اکیلی جان تم کو ایسا ہی گھومنا پھرنا ہے تو مجھے پہنچا دو میرے گھر اور پھر گھومو رات رات بھر"

ایاز:- "ارے صاحب تو اب ہو گیا۔ تم تو ایک بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو کہہ دیا اب کل سے نہیں جاؤں گا"

بیوی:- "کل بھی تو تم نے یہی کہا تھا۔ آدھی آدھی رات تک جاگوں اور دن بھر خدا ... کام میں ہیں مردوں آدمی ... کوئی جن ہو گئی۔ کوئی گھر کو آ کر ... مار جائے تو میں عورت ذات کیا کر سکتی ہوں"

ایاز:- "تو بھئی اب معاف بھی کر دو کونے میں سر سہاتے میں تو خفا نہیں کر

تم اس طرح جھڑک رہی ہو۔"

بیوی: "اے میں خوب جانتی ہوں تمہاری ان بہانہ بازیوں کو کبھی ڈپٹی صاحب کے یہاں رہ گئے۔ کبھی وہ کون ہیں موئے انسپٹر صاحب انہوں نے روک لیا بیچارے آدھی رات تک بس انہی کاموں میں رہتے ہیں۔"

ایاز: "تو گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ کبھی تو تم نے کسی بات کا یقین کیا ہوتا اسی لئے تو کہتا ہوں کہ یہ بدگمانی تمہاری خطا نہیں تمہاری جہالت کی خطا ہے۔"

بیوی: "تو کس نے تمہارے ہاتھ جوڑے تھے کہ مجھ جاہل کو لے آو اپنے گھر۔ تم کو تو پہلے سے معلوم تھا کہ میں کوئی مڈل پاس نہیں ہوں۔ پھر کیوں کی تھی شادی۔"

ایاز: "بجائے اس کے کہ شوہر دن بھر کا تھکا ہارا گھر پر آیا تھا۔ اٹھ کر کھانے پینے کی فکر کرتیں منہ ہاتھ دھونے کو پانی رکھتیں تم نے یہ لکچر شروع کر دیا۔"

بیوی: "ہاں شوہر صاحب رات رات بھر رت جگا کرائیں اور جب سحری کے وقت آئیں تو میں اسی طرح ناچتی پھروں۔ میں تمہاری فکر کیا کروں گی تم البتہ میری وجہ سے آدھی رات تک غائب رہتے ہو۔"

ایاز: "زیادہ سے زیادہ اب بجے ہوں گے گیارہ اس کا نام ہے آدھی رات۔ مگر تم کو تو عادت پڑ گئی ہے بکنے کی۔ کیا کرو اس بکواس کے مرض سے مجبور ہو۔"

بیوی: "ہاں ہاں میں تو بکواس کر رہی ہوں۔ اپنے پیروں میں بندھے ہوئے سنیچر کو نہیں دیکھتے اور بکواس ہے مجھ کو۔ دوستوں میں بیٹھے ہوئے دن بھر تاش پیتے ہو رہے ہوں گے وہ کیا کہلاتا ہے نگوڑ مارا رج برج۔"

ایاز:- پھر وہی۔ یقین تو تم کو آہی نہیں سکتا۔ چاہے میں اپنی گردن کاٹ کر رکھ دوں کون مردود تاش کھیل رہا تھا اور کس کم بخت نے آج دوستوں کی صورت بھی دیکھی ہے یہ صاحب ہم دن بھر کے تھکے ماندے گھر میں آئے ہیں"

بیوی:- اے میرا کیا ہے۔ نہ مانو گے تو آج نہیں کل خود ہی پچھتاؤ گے۔ میں موئی آدھی رات تک سہم سہم کر اور جاگ جاگ کر اپنی جان پہ تو کھیل ہی رہی ہوں مگر یہ بتائے دیتی ہوں کہ تمہارے بھی یہ ڈھنگ گھر بسانے کے نہیں ہیں"

ایاز:- تمام دنیا میں بیوی کی قابلیت کا ڈھنڈورہ پیٹتے پھرتے ہیں۔ جس کو دیکھئے وہ مجھ نامراد کی قسمت پر رشک کرتا ہے اور میں ہوں کہ خدا دشمن کو بھی ایسا شوہر بننے سے محفوظ رکھے"

بیوی:- یہ بھی ہوا جھوٹ اگر دوستوں سے کہتے ہو تو جھوٹ اور نہیں کہتے تو مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو"

ایاز:- جھوٹا تو خیر میں ہوں ہی۔ مگر کسی طرح زندہ بھی رہنے دو گی مجھ کمبخت کو دوستوں کو کیسی کیسی بیویاں ملی ہیں۔ رشید کی بیوی کو دیکھئے پڑھی لکھی سگھڑ۔ ناک نقشہ سے درست اور پھر صحیح معنوں میں شریف قسم کی بیوی"

بیوی:- اور مجھ میں سب عیب ہیں۔ یہ بھی تم جانتے تھے کہ میں پڑھی لکھی نہیں ہوں خوبصورت نہیں ہوں۔ پھوہڑ ہوں۔ البتہ شرافت کو جو تم کہہ رہے ہو تو جو تمہارا خاندان وہ میرا"

ایاز:- ہر ایک یہ جانتا ہے کہ ایاز کی بیوی کتنی لائق اور قابل عورت ہے"

بیوی :۔ قابل نہیں تو وہ، بڑی دھوم تھی کہ صاحب پڑھایا کروں گا۔ کتاب لائے تختی لائے اور معلوم ہوتا تھا کہ بس اب عالم فاضل ہی تو کر دیں گے یہ مجھے۔ تختی پڑی ہوئی موئی پھنک رہی ہے۔ اور کتاب بھی جانے کیا ہوئی نگوڑ ماری :۔

ایاز :۔ پڑھاتا کیا خاک تم کو۔ دماغ میں بھیجا ہو تو پڑھو بھی مگر وہاں تو بھری ہوئی ہے گھاس ــــــ :۔

بیوی :۔ بس گھاس بھری ہوئی ہے کہ تمہارے چلتروں میں نہیں آئی کہ تم روز آدھی رات کو آکر کہہ دیا کرو کہ میں سرکاری کام سے گیا ہوا تھا اور میں یقین کر لیا کروں چلے ہیں وہاں سے گھاس بھری ہوئی ہے :۔

ایاز :۔ اجی لعنت بھیجو تم مجھ پر میں تو بہانے ہی کرتا ہوں۔ یہی سہی اب جو تم سے ہو سکے وہ کر لینا میرا۔ جتنا دبیے چار ہی سر ہی چڑھتی جاتی ہیں :۔

بیوی :۔ تو میں نے بھی کہدیا ہے کہ میں اکیلی اس گھر میں نہیں رہ سکتی تمہیں اگر یہ سرکاری کام ہیں۔ سیر سپاٹا ہے اور اگر اتنی ہی دیر میں آنا ہے تو یا تو مجھے میرے گھر پر رکھو یا اپنے یہاں سے کسی کو بلا کر یہاں رکھو سمجھے کہ نہیں :۔

ایاز :۔ اچھا صاحب سمجھ گئے۔ اب کچھ کھانے کو بھی ملے گا یا یونہی پڑ رہوں منہ لپیٹ کر :۔

بیوی :۔ اٹھ تو رہی ہوں تم جب تک منہ ہاتھ تو دھو لو یا میں ہی ہاتھ منہ بھی دھلاؤں :۔

(دونوں کے قدموں کی چاپ)

(ادھر سرگوشیوں میں سب دوست باتیں کرتے ہیں)

جگل: "دیکھا تم نے؟"

عزیز: "مزہ آ گیا کہاں سے بھئی اس شخص کا جھٹ بھی؟"

پریم: "وہ تماشہ دکھایا ہے رشید تم نے کہ یاد رہے گا؟"

رشید: "تماشہ ابھی کہاں دکھایا ہے تماشہ تو اب ہو گا ذرا ٹھہر جاؤ۔"

جگل: "یعنی ابھی کچھ باقی ہے۔ اور ہونے کو؟"

رشید: "اصل تماشہ تو اب ہو گا۔ دیکھتے رہو ذرا۔ اب میں جا کر ان حضرت کو آواز دیتا ہوں اور کہوں گا کہ دن بھر ڈپٹی صاحب تمہارا انتظار کرتے رہے مگر تم نہ جانے کہاں غائب تھے۔ کل تک برابر راستہ دیکھ رہے ہیں تمام سرکاری کام رکے پڑے ہیں۔"

جگل: "ارے بھئی یہ تو بہت سخت حملہ ہو گا وہ مار ڈالے گی ان حضرت کو؟"

عزیز: "نہیں نہیں ٹھیک ہے۔ جھوٹے کو گھر تک ضرور پہنچانا چاہئے اسے بھی تو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہیں جتنے صورت سے نظر آتے ہیں۔"

پریم: "مگر یہ سمجھ لو کہ پھر ایک دوست گیا اپنے ہاتھ سے۔"

رشید: "توبہ کرو۔ میاں سانپ کو مارنا بے خالی کیا ہیں اتنا بیوقوف ہوں کہ اس کو کبھی بھی چھوڑ دوں۔"

عزیز: "خیر کچھ بھی ہو کسی خطرہ کی وجہ سے کوئی لطیفہ روکا نہیں جا سکتا۔ آؤ چلیں۔"

پریم:۔ تو کیا سب چلیں گے ؟

رشید:۔ ہاں ہاں حرج ہی کیا ہے۔ آؤ نا۔

(سب کے جانے کی آواز تھوڑے وقفہ کے بعد ایاز کے دروازہ پر دستک)

ایاز:۔ کہاں گئیں۔ ذرا دیکھنا کوئی ہمارے یہاں ہے۔

بیوی:۔ یہ اس وقت کون آیا۔ (آواز بلند کر کے) اے کون ہے۔

رشید:۔ (آواز) ایاز صاحب ہیں۔ میں ڈپٹی صاحب کے یہاں سے آیا ہوں، انہوں نے پچھوایا ہے کہ دو دن سے آخر ——— (ایاز دوڑ کر باہر نکلتا ہے)

ایاز:۔ کون رشید، خیریت تو ہے۔ اور یہ ڈپٹی صاحب کا قصہ کیا ہے۔

رشید:۔ (دانستہ زور زور سے بولتا ہے) بھئی ڈپٹی صاحب سخت پریشان ہیں کہ تم دو دن سے کہاں غائب ہو آج بھی انتظار کرتے رہے تمام کام ———

ایاز:۔ (بات کاٹ کر) یہ کیا واہیات ہے۔ آخر یہ اس وقت سوجھی کیا ہے۔

(اندر سے دروازہ پر دستک)

رشید:۔ دیکھو شاید اندر کوئی بلا رہا ہے۔

(ایاز اندر جاتا ہے)

بیوی:۔ آپ آخر ان کو کہتے کیوں نہیں دیتے ہو۔ چوریاں تو اسی طرح کھلا کرتی ہیں اور بھانڈا تو یونہی پھوٹتا ہے۔

ایاز:۔ (گھبرا کر کچھ ہکلاتے ہوئے) یعنی تم، تم، آخر تم آ گئیں نا ان بدمعاشوں کے بہکانے میں یہ سب مذاق کر رہے ہیں۔

بیوی:۔ اور کیا بہکانے ہی کو تو وہ بے چارے بھی آدھی رات کو آئے ہونگے

میں کہتی ہوں کہ اب تو آنکھوں میں دھول نہ جھونکو۔"

(باہر سے آواز)

رشید:۔ ارے بھئی کہاں بیٹھ رہے۔"

ایاز:۔ آیا بھائی (آہستہ سے) میں تمہیں سب سمجھا دوں گا۔ تم جاؤ جاکر لیٹو۔"

(باہر نکلتا ہے) وہ بھائی بات یہ تھی کہ تمہاری بھاوج پوچھ رہی تھیں کہ آخر یہ رشید صاحب کو اس وقت کیا سوجھی ہے۔ آدھی رات کو یہ لگائی بجھائی کرنے آئے ہیں۔"

رشید:۔ اور سلام بھی کہدیا تھا بھابی کو۔"

ایاز:۔ وہ خود سلام کہہ رہی تھیں بلکہ انہوں نے تو کہا ہے کہ مجھے تو رشید صاحب سے بڑا کام لینا ہے۔ بھائی ان کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کتاب کا مقدمہ تم لکھدو۔"

رشید:۔ وہ کبھی نہیں کہہ سکتیں ان کو معلوم ہے کہ میں ایک غیر ادبی آدمی ہوں دوسرے مقدمہ لکھوانا ہوتا تو ابھی سے خوشامد کرتیں پان تک کو تو نیک بخت نے پوچھا نہیں ـــــــ"

ایاز:۔ اوہو۔ ہاں شاید پان ہی بنا رہی ہیں۔ ابھی لایا (اندر جاتا ہے)

رشید:۔ (چپکے سے) ادھر آؤ تم لوگ ذرا اندر کا تماشہ تو دیکھو۔"

عزیز:۔ ایسی رات میں ایسا سفید جھوٹ۔ واللہ کمال ہے۔"

رشید:۔ دیکھو پریم اس سوراخ سے جھانکو۔ عزیز بڑھو نا آگے۔" (سب اندر جھانکتے ہیں)

ایاز:۔ خدا کے لئے آہستہ بولو اگر سن لیا اس نے تو میرا گھر سے نکلنا دشوار کردیگا۔"

بیوی :- تو میں کیا کروں مجھ سے اس وقت پان نہیں بنائے جائیں گے، تم خود بنا لو واہ تم نے تو خوب تنبولن مقرر کیا ہے۔"

ایاز :- اچھا اچھا بھائی میں خود بنائے لیتا ہوں مگر خدا کے لئے اس وقت ذرا چپ رہو پھر رات بھر جتنا چاہے چیخ لینا۔"

بیوی :- دفتر سے نہیں آئے ہیں یہ تو آخر یہ اس وقت یہاں کیوں مرنے کو آ گئے کیا دماغ خراب ہے کچھ یا کوئی خانہ بدوش ہے موا۔"

ایاز :- تو بس ہے خدا کے لئے ذرا زبان کو قابو میں رکھو۔ تم مجھ کو کہیں کا نہ رکھو گی۔ میں نے خود ہی پان بھی اسی لئے بنا لئے ہیں۔ (باہر نکلتا ہے)

رشید :- بے چاری کو ناحق اس وقت تکلیف دی۔ لو بھائی جگل کھاؤ بھابی کے ہاتھ کے پان لو عزیز۔"

ایاز :- یعنی پورا لشکر موجود ہے۔ بھائی وہ بہت بہت سلام کہہ رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ رشید صاحب سے آج بھاوج کی لڑائی ضرور ہوئی ہے۔ نہیں تو اس وقت کیوں آتے۔"

رشید :- خیر، وہ بے چاری جاہل عورت کیا کرتی البتہ تم اپنی خیر مناؤ اور بھاوج کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا۔ اچھا بھائی چلے اب۔"

ایاز :- یار کیوں مجھے عذاب میں مبتلا کر کے جا رہے ہو۔ وہ ڈپٹی صاحب والی پھلجھڑی جو چھوڑ رہی ہے اس کے متعلق تو کچھ کہتے جاؤ۔"

جگل :- یعنی تم بھی بیوی سے اتنا ڈرتے ہو کہ ذرا سے مذاق میں سٹ پٹا گئے۔"

ایاز :- نہیں خیر مذاق تو وہ خود سمجھ گئی ہوں گی، مگر میں کہتا ہوں کہ نتیجہ بھی آخر

کیوں رہے"

پریم "وہ بھی اب نہیں سنا جاتا۔ اوپر آسمان ہے اور اتنے جھوٹ کا بوجھ تو زمین بھی نہیں اٹھا سکتی"

ایاز "کیا مطلب آپ کا"

رشید "بھائی خدا کے لئے رہنے دو۔ بخشو غریب کو ابھی آیا ہے ڈپٹی صاحب کے یہاں سے اور رات بھر بیوی سے مہر بخشوانا الگ ہے"

ایاز "تو یہ کہئے آپ لوگ یہاں بڑی دیر سے کھڑے تھے۔ اور ہم لوگوں کا مذاق سن رہے تھے"

جنگل "بس بھائی یہ حد ہوگئی اگر یہ مذاق تھا آپ دونوں میاں بیوی کا تو خدا ہی تمہارا حافظ ہے"

پریم "اس کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالو مگر جھوٹ سے باز تھوڑی آئیگا"

جنگل "اچھا بھائی جاؤ ابھی تم کو بہت کچھ مذاق کرنا ہے"

رشید "مگر ذرا ان حضرت کے سر کی پیمائش لیتے چلو صبح ناپ کر دیکھیں گے کہ ہم لوگوں کے جانے کے بعد کتنا مذاق اور ہوا"

(سب کا قہقہہ)

سمجھوتہ

(کچھ بچے شور مچا رہے ہیں کھیل کود۔ دوڑ دھوپ۔ اچھل پھاند
مسعود داخل ہوتا ہے اور بچوں کو ڈانٹتا ہے)

مسعود: "کیا آفت مچا رکھی ہے۔ کیا قیامت ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہنگامہ برپا ہے باہر جا کر کھیلو۔"

بیگم: "بس یہ زندگی بھر کھیلتے ہی رہیں گے۔ نہ پڑھنے کے نہ لکھنے کے اور لکھیں پڑھیں تو کیا۔ کوئی لکھائے پڑھائے تو لکھیں پڑھیں بھی۔ تم کو تو جیسے کوئی خیال ہی نہیں ہے۔"

مسعود: "آخر میں کس کس بات کا خیال کروں۔ کہئے تو کچہری کی نوکری چھوڑ کر آپ کے صاحبزادوں کی ٹلاگیری شروع کر دوں۔"

بیگم: "ہاں اور کیا۔ جو لوگ کچہری میں نوکر ہوتے ہیں ان کے بچے بھلا کہیں پڑھ سکتے ہیں۔"

مسعود:- اب تم سے کون بحث کرے بات کہہ کر آدمی خطاوار ہو جاتا ہے میں تو یہ کہنے آیا تھا کہ سلیم کا پرچہ آیا ہے وہ انکی بیوی آرہی ہیں ابھی۔

زیادہ تو بچے بھی ہیں مگر سب بچے ڈھنگ سے پڑھ رہے ہیں۔ بڑا ساتویں میں ہے اس سے چھوٹا پانچویں میں۔ تیسرا بچہ شاید چوتھے میں۔ چوتھے کو گھر پر ماسٹر پڑھاتا ہے۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ ابھی تک کسی نے کتاب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

مسعود:- اچھا صاحب اچھا سلیم بڑے اچھے ہیں اور میں بہت برا ہوں، مگر اب اس ذکر کو چھوڑ کر ذرا یہ پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ دو۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔ ان کا گھر جا کر دیکھو تو ہر وقت صاف ستھرا نظر آتا ہے۔"

بیگم:- ان کو ہر وقت صفائی کی فکر رہتی ہے یہ نہیں کہ تمہاری طرح کچہری سے آئے تو موزے ایک طرف اچھال دیئے، جوتا ایک طرف۔ ٹوپی کھونٹی پر ٹانک دی تو شیروانی قالین پر ڈال دی۔ کسی بات کا ڈھنگ ہی نہیں ہے۔"

مسعود:- یعنی یہ بھی میرا ہی قصور ہے۔ بہت اچھا صاحب بہت اچھا میں ہی خطاوار سہی۔ مگر مہربانی فرما کر ذرا اس وقت میری خطائیں نہ گنوایئے۔ بچوں کے کپڑے بدلوا دیجئے۔ اور خود بھی اگر زحمت نہ ہو تو ذرا منہ ہاتھ دھو ڈالئے۔ آپ دیکھتی ہیں کہ سلیم کے بچے کیسے صاف ستھرے رہتے ہیں۔ اور اس کی بیوی کو جب دیکھئے کنگھی چوٹی سے درست نظر آتی ہے۔"

بیگم:- وہ کیوں نہ درست رہیں گی۔ میاں کو ذرا ایسا خیال رہتا ہے کہ جب دیکھئے صابن، عطر، تیل، اسنو، کریم اور نہ جانے کیا کیا ناک دھول لاتا رہتا ہے تم کو بھی کبھی توفیق ہوئی۔ تین دن سے روکھے بال لئے بیٹھی رہی ہوں۔ مگر تم کو

بھی خیال آیا کہ لاؤ کچہری سے لوٹتے ہیں تیل ہی لے چلیں۔"

مسعود:۔ "میں سمجھا کہ تم نے تیل چھوڑ ہی دیا ہے۔ میں تو مدتوں سے اسی طرح دیکھ رہا ہوں، ارمان رہ گیا کہ کبھی کنگھی کرتا ہوا تم کو بھی دیکھ لوں۔"

بیگم:۔ "چلو ہٹو۔ اب چلے ہیں مجھے بنانے۔ ارمان رہ گیا۔ میں کہتی ہوں کہ کیا دن رات بیٹھی ہوئی سوکھے جھونٹے نوچا کروں۔"

مسعود:۔ "اچھا اچھا خیر۔ میری ہی غلطی سہی۔ میں ہی آپ کے سر کے بالوں تک کا ذمہ دار ہوں۔ مگر خدا کے واسطے اس وقت بحث میں وقت نہ گذارو۔ بچوں کے کپڑے بدلوا دو ورنہ سلیم اور جمیلہ دونوں نام رکھیں گے واقعی شرم کی بات ہے کہ وہ مجھ سے کم تنخواہ پاتا ہے مگر کس شان سے رہتا ہے۔"

بیگم:۔ "تم کہو اس کو شان، میں تو اس کو بناوٹ سمجھتی ہوں کہ پیٹ کاٹ کاٹ کر دکھاوے کا تمام ٹھاٹ درست کیا جاوے۔ ہمارے یہاں ماشاء اللہ کھانے کا خرچ بھی تو ہے۔"

مسعود:۔ "بس خرچ ہی خرچ ہے ورنہ —— خیر چھوڑو اس بحث کو بچوں کو بلاؤ نا۔ ارے کدھر گئے محمود، مقصود، مشہود۔"

بچوں کی آواز:۔ "جی —— جی —— آیا ابا میاں۔"

مسعود:۔ "چلو ادھر فوراً۔ یار بیگم اب اٹھ کر ذرا ان کے ہاتھ منہ دھلا کر بال وال ٹھیک کر دو۔ یہاں کی چیزیں میں سمیٹے دیتا ہوں۔ ہٹاؤ اس پاندان کو۔ یہ کیا برقعہ ہے۔ یہ بھی میرا ہی ہوگا۔ —— خیر —— ساری ادھر گئی۔ یہ ایک موزہ کس کا ہے۔ خیر ہوگا بھی۔ تلے دانی، گٹھری، میلا پاجامہ، چادر، تکیہ کا غلاف

یہ کتاب کونسی ہے لاحول ولاقوۃ یہ چیز بڑی مگر دلچسپ ہے تو بند کیجئے آئیے میاں

بیگم: کیا شکل بنائی ہے تم لوگوں نے بھی کبھی جو تم آدمیوں کی صورت رہو

کیوں رے پاجامہ کہاں پھاڑا۔ اور یہ مقصود سا کرتا ہاتھ سے رنگا گیا ہے

ننگے سر ننگے پیر معلوم ہوتا ہے کہ اچھے خاصے بھاگ نکلے ہوئے۔ بالکل باپ

کو پڑے ہو تم لوگ"

مسعود: کبھی کبھی بچوں کو اسی قطع سے باہر جا کر آئینہ بھی دیکھ لیا کرو"

بیگم: کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔ تم خود دیکھ لو وہی بے ڈھنگا پن ہے کہ

نہیں اور یہ مقصود تو ہو بہو بس تمہارا ہی نقشہ ہے ایک پائنچا اونچا ایک نیچا

پیروں پر منوں گرد جمی ہوئی۔ منہ جیسے بلاؤں نے چاٹا ہے۔ کاش یہ لڑکے

ہوتے ہوں گے کسی کے۔ چلو تم سب نل کے نیچے"

مسعود: نل پر جا رہی ہو تو تم بھی لے لو گے ... تو میں یہاں سب

ٹھیک کر رہا ہوں"

بیگم: تو نل پر میں کب جا رہی ہوں وہ خود دھو ... لوٹی بیچے

ہیں۔ آٹھ آٹھ ... لوٹے کے لوٹے ... ہاتھ منہ دھلاؤں ... [illegible]

دودھ ملیدا تو بہتیا کھائے۔ بیچے یہ ... [illegible]"

مسعود: مطلب یہ تھا کہ وہ کم بخت نل پر جا کر ... [illegible]

دوسرے سے ... گے اور جسم کی خشکی ... پھر ... [illegible]

ہوئے واپس آ جائیں گے

بیگم: تو اب تم ہی ... [illegible]

کر مو اٹپک رہا ہے۔ سر تک تو اٹھایا نہیں جاتا۔"

مسعود:۔ "تو یہاں کا یہ آخور کون سمیٹے گا۔ بیٹھنے کا تخت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کباڑیئے کی دوکان ہے۔ اب تم ہی بتاؤ یہاں بھلا اس چوہے دان کا کیا تک ہے۔ اور یہ انگیٹھی کی جالی یہاں کیوں تشریف فرما ہے۔"

بیگم:۔ "توبہ ہے بچوں کے گھر میں یہی ہوتا ہے۔ دن بھر تو کوتے بکنی کی طرح بچوں کے پیچھے لگے کرتی رہتی ہوں۔ وہ نہ مانیں تو آخر کیا کروں۔ تم چلو یہاں سے میں سب سمیٹے دیتی ہوں۔" (بچے کے گرنے کی آواز اور ساتھ ہی ساتھ رونا)

مسعود:۔ "لیجئے دیکھا آپ نے۔ میں نے کہا تھا کہ نل پر جا کر یہ لوگ خدا جانے کیا کریں گے صاحبزادے سر سے پیر تک کیچڑ میں لت پت بھوت بنے کھڑے ہیں (چیخ کر) یہ آخر ہوا کیا؟"

محمود:۔ "ابا میاں میں الگ کھڑا ہوں۔ میں کچھ نہیں بولا۔"

بیگم:۔ "تو اماں کم بخت یہ بھیگی ہوئی لا دی۔"

مسعود:۔ "ہمارے گھر کی قسمت میں بے ڈھنگا پن لکھا ہے تو اس کو کوئی کیا کرے اولاد بھی ہے تو کم بخت ایسی۔"

بیگم:۔ "مجھ ہی کو اٹھنا پڑے گا۔ چاہے کم بخت طبیعت اچھی ہو یا نہ ہو مگر بغیر اٹھے تو کوئی کام ہی نہیں ہو سکتا عاجز ہوں اس نگوڑ ماری زندگی سے۔"

مسعود:۔ "ارے صاحب تو میں جا رہا ہوں۔ مگر جی جلتا ہے ان باتوں پر اگر یہ بچے پہلے سے صاف ہوتے تو اس وقت نہلانے کی ضرورت نہ پڑتی مگر

میں تو دیکھ رہا ہوں کہ صرف ہاتھ منہ دھلانے سے کام نہ چلے گا۔ ہاتھ منہ کا میل اگر چھوٹ بھی گیا تو چیکٹ بھرے نظر آئیں گے۔"

بیگم: "اے اور کیا چیکٹ بھرے نہیں تو کیا ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جیسے جانوروں کے بچے۔"

مسعود: "اجی جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اب کیوں نہلواؤ گی۔ جانور بھی اپنے بچوں کو چاٹ چوٹ کر صاف رکھتے ہیں۔ مگر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے زندگی بھر نہائے ہی نہیں ہیں۔"

بیگم: "نہائے کیوں نہیں۔ ابھی پچھلے مہینے ہی جب میں نہائی تھی تو ان کو بھی نہلایا تھا۔"

مسعود: "سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ یوں کہو وہ لوگ ذرا نظر آئے جن کو ایک ایک مہینہ نہائے گذر جاتے۔"

بیگم: "اے تو مجھے کیا معلوم تھا کہ بچوں کو پانی کا پھیرا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ میں ایک ایک دن بیچ ان کو نل کے نیچے کھڑا کر دوں گی۔ مگر اپنی تو خبر لو۔"

مسعود: "میرا کیا ہے۔ میں تو کام کاجی آدمی ہوں۔ روز کی کچہری اور آرام کا ایک دن اتوار کا وہ بھی نہانے دھونے کے نذر کر دوں۔ تو آخر آرام کس دن کروں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح نہاتا ہی رہتا ہوں۔ مگر تم لوگ تو (دروازہ پر دستک کی آواز۔) دیکھا تم نے وہ لوگ آ گئے۔"

بیگم: "اسی لئے کہتی تھی کہ ------ (پھر دستک)۔"

مسعود: "آہستہ بولو۔ (بلند آواز سے) کون ہے؟"

آواز: "میں ہوں سلیم۔"

مسعود:" آیا بھائی ابھی آیا (آہستہ سے) اب یہ لڑکے یونہی رہے، لاحول ولاقوۃ"
بیگم:" تو پھر میں کیا کروں ــــــ"
مسعود:" ہاں کروں تو جو کچھ میں کروں (دستک ارے بھائی کھول بھی چکو)
(مسعود دروازہ کھول دیتا ہے سلیم اور سلیم کی بیوی آتے ہیں)
سلیم:" آداب بجالاتا ہوں بھائی"
مسعود:" خیر خیر، ہو گیا آداب۔ آؤ وہ بے چاری بھی تمہاری وجہ سے کھڑی ہیں۔ بھابی تم تو ادھر نکل آؤ"
سلیم کی بیوی:" جی ہاں۔ اوہو یہ بابا لوگ نل کے نیچے کھیل رہے ہیں مگر پانی میں زیادہ کھیلنا ٹھیک نہیں"
سلیم:" ہاں مسعود ان کو نل کے نیچے سے ہٹاؤ جا کر"
مسعود:" بڑی دیر سے تمہاری بھاوج سے کہہ رہا ہوں مگر وہ تو گویا ہر بات مذاق سمجھتی ہیں"
سلیم کی بیوی:" بھاوج؟ اس کا بھاوج سے کیا تعلق، کیا بچوں کو بھاوج ہی ٹھیک کریں تو وہ ٹھیک ہوں"
سلیم:" سمجھ میں نہیں آتا۔ یعنی آپ نے یہ کام بھاوج پر چھوڑ رکھا ہے۔ کیوں حضرت؟"
مسعود:" (ارے) آؤ سب کچھ میں ہی ہوں۔ مگر تم ہی بتاؤ کہ یہ کام میرے کرنے کا ہے یا کچہری میں دن بھر مروں اس کے بعد ــــــ"
سلیم:" (بات کاٹ کر) میں یہ کہتا ہوں کہ کچہری میں صرف تم ہی تو نہیں کرتے میں بھی آخر تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر بچوں کی دیکھ بھال آخر کرتا ہی ہوں"

مسعود کی بیوی: "ہائے ہے بس یہی تو کہنا ان سے تو اگر ذرا بھی کہہ دیا جائے کہ کسی بچے کے کپڑے بدلوا دو تو آفت مچا دیں۔ قیامت برپا کر دیں اور سارا گھر سر پر اٹھا لیں کہ صاحب میرا یہ کام نہیں ہے میں دن بھر کچہری میں سر کھپاتا ہوں دماغ کا کام کرتا ہوں۔ اور قلم سے چکی پیستا ہوں۔"

مسعود: "تو کیا غلط کہتا ہوں۔ تمہارا مطلب تو یہ ہے کہ میں دن بھر سرکاری کام کروں اور اس کے بعد گھر پر آؤں تو یہ سب کام بھی میرے ہی سر رہیں آدمی نہ ہوا گھن چکر ہو گیا۔"

سلیم: "بھائی یہی تو سوچو آخر بھابی جی تو یہ کام کرتی ہی ہوں گی۔"

مسعود: "کیا کام کرتی ہیں یہ؟"

بیگم: "اور اس کی کچھ بھی نہیں میں تو بس بیٹھی رہتی ہوں اور یہ گھر چل رہا ہے ان ہی کے دم سے۔"

سلیم کی بیوی: "معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ابھی تک یہی طے نہیں کیا گیا کہ کونسا کام کس کا ہے اور کس کام کا ذمہ دار کون ہے۔۔۔۔۔"

مسعود: "سبحان اللہ۔ یہ بھی کوئی سرکاری محکمہ ہے کہ ہر صیغہ کا ایک ذمہ دار ہو یہ بھی کوئی طے کرنے کی بات ہے ظاہر ہے کہ میں دفتر کا ذمہ دار ہوں اور بیگم گھر کی"

سلیم: "ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک۔ تم دفتر کے ذمہ دار ہوئے اور بیگم گھر کی مگر یہ بچے کس کے ہوں گے صاحب؟"

مسعود: "پھر وہی بے تکی کی باتیں۔ بچے کوئی سرکاری نوکری میں گھر میں تو نہیں آ گئے۔"

سلیم:۔ کیا خوب گھر میں آ گئے اور جو بھابی یہ کہیں کہ جاؤ باورچی خانہ دفتر میں چلا گیا تو تم کیا کہو گے:۔

مسعود:۔ کیا مطلب؟

(سلیم کی بیوی ہنستی ہے)

سلیم:۔ بھائی مطلب یہ ہے کہ تمہارے خیال میں تمہارا کام یہ ہے کہ دفتر جا کر مہینہ بھر کا خرچ مہیا کرو:۔

مسعود:۔ اور کیا۔ بس میرا یہی کام ہے جو میں کرتا ہوں:۔

سلیم:۔ اور بھابی کا کام یہ ہے کہ وہ تم کو وقت پر کھانے کو دیں۔ صحیح وقت پر ناشتہ تم کو مل جائے اور یہ نہ ہو کہ کچہری سے آ کر تم کو ہانڈی چولھا کرنا پڑے:۔

مسعود:۔ بے شک یہ ہر عورت کا فرض ہونا چاہیے:۔

سلیم:۔ تو بس تمہارا دفتر کا اور ان کا ہانڈی چولھے کا کام برابر ہو گیا نہ ان کا احسان تم پر نہ تمہارا ان پر:۔

مسعود:۔ تو کون احسان جتا رہا ہے۔ تم تو عجیب اوندھی سیدھی باتیں کر رہے ہو:۔

سلیم:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بہت سے کام باقی رہ گئے۔ مثلاً بچوں کی دیکھ بھال:۔

مسعود:۔ یہ ان ہی کا کام ہے:۔

سلیم:۔ گھر کی صفائی اور ترتیب میں سلیقہ؟

مسعود:۔ یہ بھی انہی کا کام ہے میرا نہیں:۔

سلیم:۔ بچوں کی تعلیم و تربیت:۔

مسعود: "یہ ـــــ یہ البتہ ـــــ تعلیم میرا کام ہے اور تربیت ان کا۔"

سلیم: "مہمانوں کی خاطر مدارات۔"

مسعود: "مردانے میں میرا کام ہے اور زنانے میں ان کا۔"

سلیم: "سینا پرونا۔ دھوبی کا حساب رکھنا۔ دودھ والی کا حساب وکتاب۔"

مسعود کی بیوی: "اے کہاں تک گنواؤ گے صبح سے اٹھ کر شام تک دم مارنے کی فرصت نہیں ملتی۔ اپنی یہ گت بنالی ہے کہ نہ اوڑھنے کی فکر نہ پہننے کی یہ بڑا تیر مارتے ہیں کہ چھ گھنٹے دفتر میں میز کرسی پر بیٹھ کر لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ یہاں تو چوبیس گھنٹے کی یہی آفت ہے اور پھر بھی نام یہ ہے کہ صاحب ہم کچھ کرتے ہی نہیں۔"

سلیم کی بیوی: "میں نے نوسو باتوں کی ایک بات کہہ دی نا کہ آپ لوگوں نے اب تک ذمہ داریاں تقسیم ہی نہیں کی ہیں۔ اچھا یہ بتائیے کہ اگر کبھی کوئی بچہ بیمار ہوتا ہے تو تیمارداری آپ میں سے کس کے ذمہ ہوتی ہے؟"

مسعود: "ایک ٹانگ گھر پر ہوتی ہے ایک اسپتال میں۔"

مسعود کی بیوی: "رات رات بھر کندھے سے لگائے ٹہلا کرتی ہوں۔ ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔"

سلیم: "تم ٹھیک کہتی ہو بیگم! گھر کا کوئی باقاعدہ نظام ہی نہیں ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس طرح رہتے ہیں ہم لوگ تو ایک منٹ بھی اس طرح نہیں رہ سکتے۔ یہ جو بیٹھنے کی جگہ ہے کس [illegible]

مسعود:- حالانکہ ابھی میں نے اس کو صاف کیا ہے۔ یقین جانو چوہے دان تک تو اٹھایا ہے اس معاملہ میں ہمارے یہاں کام ضرور تقسیم ہو گیا ہے یعنی میں صفائی کا ذمہ دار ہوں اور یہ کباڑ خانہ پھیلانے کی۔ یقین جانو دو منٹ پہلے آکر دیکھتے معلوم ہوتا تھا کہ تخت کیا ہے گرد پڑ جھالا ہے۔"

مسعود کی بیوی:- اور جو منہ آئے کہہ لو۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے ہی لڑکے یہ گت بنائے ہوئے ہیں گھر کی۔"

مسعود:- میرے لڑکوں سے آپ کی بھی تو خاصا کچھ عزیزداری ہے۔"

سلیم:- اوہو۔ یہ بحث تو بالکل بے کار ہے۔ لڑکے کس گھر میں نہیں ہوتے اس کے معنی تو یہ ہوئے جس گھر میں بچے ہوں وہ کباڑ خانہ ہی بنا رہے بھئی ہمارے یہاں بھی تو ماشاء اللہ بچے ہیں۔ مگر یہ بات نہیں ہونے پائی۔"

سلیم کی بیوی:- دوسرے یہ کہ لڑکوں ہی میں سلیقہ اور تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔"

مسعود:- صاحب یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔ یہاں تو ایک سے ایک نامعقول اولاد موجود ہے۔ وہ دیکھئے ابھی تک پانی سے بیٹھے کھیل رہے ہیں ڈانٹ کر اب ہٹو بھی وہاں سے دکھ لگتا کر، یہ ہماری اولاد تھوڑی ہی ہے اعمال ہیں اعمال۔ ناطقہ بند ہے۔ بعض اوقات تو جی چاہتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں۔"

سلیم:- یہ کیا بیہودگی ہے۔ میاں یہ سب ... کرشمے ہیں [illegible] ذرا قاعدے کی [illegible]

[illegible]

مسعود: "بدل چکی حالت اب قبر میں بدلے گی۔"

سلیم کی بیوی: "اچھا آپ کچھ دن ہم لوگوں کے قاعدے سے گھر چلا کر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔"

مسعود: "یہ ان سے کہو جو اس وقت بہت معصوم بنی ہوئی بیٹھی سب سن رہی ہیں۔ عورت گھر چلاتی ہے نہ کہ مرد۔"

سلیم: "یہ غلط ہے۔ صرف عورت ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔"

مسعود کی بیوی: "خدا تمہارا بھلا کرے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ سب ذمہ داری میری ہی ہے۔"

سلیم: "تم اس کو اس طرح سمجھو مسعود کہ صبح چائے کون بناتا ہے تمہارے یہاں۔"

مسعود: "بنانے کو تو خیر یہی ہیں۔ مگر شاید میرے دفتر جانے کے بعد جب میں کچھ بچا کھچا باسی کھا کر چلا جاتا ہوں۔"

مسعود کی بیوی: "خدا کے لئے اتنا جھوٹ تو نہ بولو۔ جب رات گئے تک تمہارے انتظار میں جاگنا پڑے گا تو سویرے آنکھ کیسے کھل سکتی ہے۔"

سلیم کی بیوی: "رات گئے تک انتظار کیا۔ کبھار تو دیر تک باہر رہتے ہیں مسعود صاحب۔"

مسعود: "دن بھر کا تھکا ہارا۔ اگر رات کو دوست احباب میں برج کھیل لیتا ہوں تو وہ بھی ان کو ناگوار ہے۔ گویا میں بس اس کے لئے ہوں کہ کوفت ہی میں زندگی بسر کر دوں۔"

سلیم: "یہ تو بری بات ہے کہ تم رات گئے تک باہر رہتے ہو۔ دراصل اسی کی وجہ

بھی یہی ہے کہ تم اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ ورنہ تم خود باہر نہ جاؤ بجھے دیکھو
میں کہیں جاتا ہوں"
مسعود:۔ "تو جناب والا آپ ٹھہرے فرشتے، اور مجھ میں تو ہزار عیب ہیں۔ سبحان اللہ
آپ بھی آئے وہاں سے ذمہ داری لیکر اور مجھ ہی کو قصوروار ٹھہراتے"۔
سلیم کی بیوی:۔ "نا، نا، نا، قصور کی بات نہیں"
سلیم:۔ "بھائی قصور تو تمہارا اس لئے نہیں ہے کہ دراصل تم دونوں ابھی تک گھرداری
جانتے ہی نہیں۔ گھرداری کے سلسلے میں تم دونوں کے درمیان دراصل ایک ایسے
سمجھوتے کی ضرورت ہے جو تم دونوں میاں بیوی کے درمیان ہے۔ اس کے بعد
اگر سمجھوتے سے تم دونوں پھر گئے تو البتہ قصور ہوگا"
مسعود:۔ "سمجھوتہ۔ سمجھوتہ تو ہو ہی نہیں سکتا میاں سلیم۔ تم نہیں جانتے کہ یہ کس قدر
بے ڈھنگی ہیں"
سلیم:۔ "ان کے متعلق تو نہیں جانتا مگر کیا تم سے بھی زیادہ ہیں"
مسعود کی بیوی:۔ "بس بے ڈھنگا پن میرا یہی ہے کہ ان کی لاپروائیاں مجھ
سے نہیں دیکھی جاتیں اور جل جل کے رہتی ہوں"
سلیم:۔ "خیر، خیر۔ دراصل تم یہ کرو۔ بھابی آپ بھی سنئے کہ یہ گھر آپ دونوں کا ہے
بچے آپ دونوں کے اور خود آپ دونوں بھی ایک دوسرے کے ہیں۔ اگر آپ
ایک دوسرے کو آرام پہنچانے کی دل میں ٹھان لیں تو یہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے"
مسعود:۔ "لاحول ولا قوۃ۔ میاں یہ مجھ کو آرام پہنچا ہی نہیں سکتیں تم کیسی باتیں
کر رہے ہو"

سلیم:- سنو تو سہی۔ آرام پہنچائیں گی کیسے نہیں۔ وہ نہیں پہنچا سکتیں تو تم پہنچاؤ (آپ) آرام پھر دیکھو کر کیا ہوتا ہے۔ ہم دونوں میں بھی کچھ دن لڑائی رہی۔ یہ دن چڑھے سو کر اٹھنے کی عادی تھیں۔ اور میں تڑکے چائے پینے کا۔"

سلیم کی بیوی:- "خیر ان باتوں کا یہاں کیا ذکر ہے۔"

سلیم:- "میں کوئی راز نہیں کھول رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہم دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا انہوں نے الارم لگا کر سونا شروع کر دیا اور میں نے ذرا دیر میں چائے پینے کی عادت۔"

سلیم کی بیوی:- "پھر وہی۔ مانیں گے نہیں آپ۔ خود سو کر اٹھتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں چائے پر۔ ہاتھ منہ دھونے تک ——"

سلیم:- "خیر، خیر۔ یعنی ہیں وہ بات تھوڑی ہی کہہ رہا ہوں میرا تو مطلب یہ تھا کہ اب یہ آٹھ بجے نہیں بلکہ سات ہی بجے یا کچھ بعد میں۔"

سلیم کی بیوی:- "ہاں میں تو نیند پوری کر کے اٹھتی ہوں اور آپ بھوک سے بے تاب ہو کر اس طرح اٹھتے ہیں کہ ——"

سلیم:- "یہ کیا لغویت ہے۔ میرا مطلب تو یہ ہے کہ یہاں اٹھنے نہ اٹھنے کا سوال نہیں ہے چائے جب چاہو جلدی مل جاتی ہے۔ اور میں ساڑھے سات بجے ہی چائے پی لیتا ہوں۔"

...دوست کچھ دیر۔ ارے میاں تم اپنی کہو تم کو بیوی ملی ہے فرشتہ جو سات بجے سو کر اٹھتی ہے اور ساڑھے سات بجے چائے پلا دیتی ہے۔ اب میں کیا اپنی قسمت بدلواؤں کسی سے۔"

مسعود کی بیوی :۔ ٹھیک وقت پر سونے کو ملے تو میں سات کیا معنی پانچ ہی بجے اُٹھ سکتی ہوں۔"

سلیم :۔ سنئے تو سہی یہاں سوال یہ نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں خود ہی چائے بناتا ہوں۔"

مسعود :۔ تم، یعنی تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو چائے۔"

مسعود کی بیوی :۔ ہاں ہاں کہہ تو رہے ہیں کہ وہ خود بناتے ہیں چائے، تمہاری طرح تھوڑی ہی کہ اور چینی نے کا راستہ ہی یاد نہ ہوگا کیا مجال جو ذرا سا پانی بھی گرم کر لیں۔"

مسعود :۔ ہاں تو میں کب کہتا ہوں کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ میں نے تو مردوں کو یہ کام کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔"

سلیم :۔ کیا خوب یہ بھی کوئی کام میں کام ہوا۔ انگیٹھی میں آگ سلگا کر چائے کا پانی گرم کر لیا لیجئے قصہ ختم۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم کو ہر کام کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہاں تو پہلے میں چائے بنا کر ان کو اٹھا دیتا ہوں، اور جب تک یہ منہ ہاتھ دھو کر فارغ ہوں میں بچوں کو چائے پلا کر چھٹی کر لیتا ہوں۔"

مسعود کی بیوی :۔ بچوں کو بھی آپ ہی چائے پلاتے ہیں نا۔"

سلیم :۔ کیوں کیا ہوا۔ میں تو بچوں کے ہاتھ منہ تک اپنے سامنے دھلواتا ہوں۔"

مسعود :۔ یعنی تم ــــــ"

مسعود کی بیوی :۔ اور نہیں تو کیا تم۔"

مسعود :۔ ہاں تو کیا باپ ہو کر بچوں کے ہاتھ منہ دھلواتے ہو اور ماں کے ہوتے ہوئے۔"

سلیم:- اس میں ماں اور باپ کا کیا سوال ہے بھئی اولاد دونوں کی ـــــ"
مسعود:- مگر تم مرد ہو بھائی:"
سلیم:- تو کیا ہوا کیا مردوں کے لئے بچوں کی دیکھ بھال منع ہے:"
مسعود:- خوب صاحب خوب تو آپ منہ ہاتھ دھلواتے ہیں بچوں کا:"
سلیم:- اس کے بعد ان کو چائے پلا کر چھٹی کر لیتا ہوں اور پھر ہم دونوں اطمینان سے پیتے ہیں چائے:"
مسعود کی بیوی:- یہاں تو یہ ہار پڑی رہتی ہے کہ بچے اٹھ بیٹھتے ہیں تو منہ کون دھلائے اور منہ دھل گیا ہے تو چائے کون پلائے:"
مسعود:- تو گویا بیوی کا کوئی کام نہیں سوائے پڑے پڑے ایٹھنے کے:"
سلیم:- نہیں کام کیوں نہیں۔ میں چائے سے فارغ ہو کر دفتر کے کام میں لگ جاتا ہوں اور یہ میرے لئے کھانا تیار کرتی ہیں:"
سلیم کی بیوی:- اور بچوں کو سبق بھی سنتی ہوں جب یہ گھر بچوں کو سبق پڑھاتے ہیں اور میں سب کے لئے کھانا لگا دیتی ہوں:"
سلیم:- ہم سب کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام سے لگ جاتے ہیں، بچے اسکول چلے جاتے ہیں۔ میں دفتر جاتا ہوں اور یہ گھر کی صفائی سینا پرونا اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں:"
مسعود:- سنا رہی ہیں جناب:"
مسعود کی بیوی:- میں کیا سنوں نہ بھی تو سنو کہ وہ مرد ہو کر کیا کیا کرتے ہیں:"
سلیم:- اب جس وقت میں دفتر سے آتا ہوں تو صحن میں چھوٹی سی میز پر ان کو

اور بچوں کو چائے کے لئے اپنا منتظر پاتا ہوں۔"
مسعود:" یہ چائے بھی تم ہی بناتے ہو۔"
سلیم:" نہیں یہ خود بناتی ہیں۔ اور کچھ ہلکا سا ناشتہ بھی تیار کرتی ہیں ہم سب چائے پیتے ہیں اس کے بعد بچے کھیل کود میں لگ جاتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر آرام کرسی پر لیٹ کر سگریٹ پیتا ہوں۔ اور یہ میرے قریب بیٹھ کر دلچسپ باتیں کرتی ہیں۔ ایسی باتیں جن سے میرے دماغ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔"
مسعود:" یعنی بیوی کی باتوں سے آپ کے دماغ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، چہ خوش۔"
سلیم:" کیا تمہارے نزدیک نہ ہونا چاہیئے۔"
مسعود:" دردِ سر مول لینے کے لئے تو خیر بیوی سے باتیں کرنا ہی پڑتی ہیں لیکن دماغ کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے آپ ہی سے یہ بات سُنی ہے۔"
سلیم کی بیوی:" (ہنس کر) کیسے میاں بیوی ہیں آپ لوگ۔ ہم لوگ تو اس طرح سے ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔"
مسعود:" تو زندہ ہی کب ہیں۔ بس یہ کہو کہ زندوں میں شمار ضرور ہے۔"
سلیم:" اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو زندہ رہنا نہیں آتا۔ ہم دونوں اپنی زندگی سے مطمئن ہیں۔ ہمارا گھر جنت ہے۔ ان کو ہر وقت فکر رہتی ہے کہ میں کیسے خوش رہوں۔"
مسعود:" بس یہی میری قسمت میں نہیں۔"
سلیم کی بیوی:" اور یہ ہر وقت مجھ کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔"
مسعود کی بیوی:" میرے ایسے کہاں مقدر۔"

سلیم:" آپ دونوں ایک دوسرے کو خوش رکھ سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ اپنے کپڑوں کی طرف سے بے فکر رہتا ہوں۔ اس لئے کہ ان باتوں کی خود ان کو فکر رہتی ہے اور مجھ کو ہر چیز تیار ملتی ہے۔"

مسعود:" اور ایک میں ہوں۔"

سلیم کی بیوی:" مجھ کو بھی تو آج تک یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ پاؤڈر ختم ہو گیا ہے یا کریم اور اسنو نہیں ہے۔"

مسعود کی بیوی:" آٹھ دن سے روکھے بال لئے پھر رہی ہوں۔ اب خود ہی گھر سے نکل کے جاؤں تو تیل آئے۔"

سلیم:" توبہ، توبہ، توبہ۔ یہ تو بڑی بری بات ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ مجھ کو جو یہ صاف کپڑے ڈھنگ سے پہننے کو مل جاتے ہیں۔ وہ سب ان ہی کا حسنِ انتظام ہے۔"

سلیم کی بیوی:" اور میں یہ جانتی ہوں کہ اگر یہ میرا اتنا خیال نہ رکھیں، تو میری بھی یہی حالت ہو جو بیگم مسعود تمہاری ہے۔"

مسعود:" یہ تو خیر سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں سب کچھ کروں گا۔ مگر مجھ کو ان کا اور اپنا دونوں کا خیال رکھنا ہو گا۔ بغیر اس کے کام نہیں چل سکتا۔"

مسعود کی بیوی:" اور اگر میں نے اپنا خیال رکھنا چھوڑا تو خدا جانے میری کیا گت بن جائے گی۔"

سلیم:" نہیں، نہیں۔ آپ دونوں ایک دوسرے پر بھروسہ کیجئے۔"

مسعود:" تو بھروسہ میں کب نہیں کرتا۔ مگر بھروسہ کرنے سے ہوتا کیا

ہے۔ اب تم ہی دیکھو کہ میں نے بھروسہ کیا تھا تم دونوں آئے ہو۔ یہ کم سے کم چائے تو ضرور پلائیں گی۔ مگر وہاں چائے کو چھوڑ کر پان تک غائب ہے۔"

مسعود کی بیوی:"چائے کا مجھے خود خیال آیا تھا مگر کیا میں سب کے سامنے یہ کہتی کہ گھر میں نہ چائے ہے نہ دودھ۔"

مسعود:"تو یہ کس کا بے ڈھنگا پن ہے۔"

مسعود کی بیوی:"اسی کا بے ڈھنگا پن ہے جو نہ چائے لائے نہ دودھ، دونوں چیزیں بازار کی ہیں۔ اور میں گھر کی بیٹھنے والی۔"

سلیم:"خیر! آج کا ذکر تو چھوڑ دیجیے۔ آج تک تو کوئی انتظام ہی نہ تھا مگر اب گھر کا ایک نظام بنا لیجیے۔"

مسعود:"میں ابھی چائے اور دودھ لاتا ہوں یہ کونسی بات ہے۔"

مسعود کی بیوی:"تو مجھے کرنا ہی کیا ہے۔ میں بھی چائے بنا دوں گی۔ مگر ان لڑکوں کو کیا کیا جائے جو بھیگے ہوئے کھڑے ہیں۔"

مسعود:"ارے ہاں۔ لاحول ولا قوۃ۔ صاحب یہ لڑکوں کا معاملہ ٹیڑھا ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے تو سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ مگر ان لڑکوں کو تو نہ میں ٹھیک کر سکتا ہوں اور نہ یہ۔ مجھے چھٹی نہیں اور ان کے بس کا یہ روگ نہیں ———"

مسعود کی بیوی:"تم جاؤ میں ٹھیک کئے دیتی ہوں۔"

مسعود:"تم کیا ٹھیک کرو گی۔ میں ہی ٹھیک کروں گا ان کو۔ مگر دفتر سے

کل کی چھٹی لینا پڑے گی۔ بہت کچھ ٹھیک کرنا ہے۔ صرف لڑکوں ہی کو نہیں اپنے کو بھی اور آپ کو بھی۔"

مسعود کی بیوی: "اور سنو یہ مجھے بھی ٹھیک کریں گے۔"

سلیم: "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ بہر حال سمجھوتہ کی ایک صورت تو پیدا ہوئی ———"

(سب ہنستے ہیں)

اُلٹ پھیر

(کچھ برتنوں کے گر کر ٹوٹنے کی آواز ساتھ ہی بیگم صاحبہ چیختی ہیں)

بیگم :- ارے کیا توڑا ——— یہ کیا چیز گری ——— ستیا ناسی لگا رکھی ہے ان کم بختوں نے :-

میاں :- اب بولتا کیوں نہیں ——— رحیم ——— یہ آخر مر کیوں گیا بولتا کیوں نہیں"

بیگم :- اور یہ نصیبن کہاں مر رہی دونوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو"

میاں :- غصے میں پکارتے ہیں، رحیم ——— او رحیم کے بچے :-

رحیم :- (آتا ہے) سرکار وہ کشتی ہاتھ سے چھوٹ گئی :-

نصیبن :- (آکر) وہ موئی کشتی کا کنڈا ٹوٹا ہوا تو تھا ہی الگ ہو گیا"

بیگم :- تو کیا یہ چائے کا سٹ بھی ٹوٹ گیا ———"

میاں :- اب بولتا کیوں نہیں۔ ٹوٹ گیا نا چائے کا سٹ؟"

نصیبن:- سٹ پورا تھوڑی ٹوٹا ہے بس کیتلی اور دودھ دان ـــــ"

رحیم:- اور دو پیالیاں ـــــ"

بیگم:- تو اور رہ ہی کیا گیا سچ مچ تباہی ڈال رکھی ہے تم دونوں میاں بیوی نے"

میاں:- تباہی تو تیرا اس گھر کو گھیرے ہی ہوئے ہے۔ میں تو چوندھیا کر رہ گیا ہوں کہ ہونے والا کیا ہے۔ مقدمہ جیتا جتایا ہر گیا گھر سے خبر آئی ہے کہ چوری ہوگئی نوکری الگ گڑبڑ ہو رہی ہے اور یہاں ان نمک حراموں کا یہ حال:"

بیگم:- سچ مچ آنکھوں پر چربی چھاگئی ہے۔ پریشانی میں پریشانی پیدا کرتے ہیں کیا خوبصورت سٹ تھا۔ میں نے کلکتہ سے منگایا تھا کس ارمان کے ساتھ:"

میاں:- دور ہو جاؤ میرے سامنے سے نہیں تو میں اپنا سر پیٹ لوں گا۔ یا تم دونوں کا منہ نوچ لوں گا۔ دور ہو یہاں سے:"

بیگم:- موئے کام چور نوالہ حاضر اور یہ نصیبن تو اور بھی موئی اندھی ہے:"

رحیم:- نہیں سرکار خطا تو میری ہے:"

نصیبن:- میں ہوتی تو مجھ سے بھی ٹوٹتا۔ کشتی کا کنڈا ہی الگ تھا۔ اس میں میری اور تمہاری خطا کیا ـــــ"

میاں:- اس میں تم دونوں کی خطا نہیں۔ خطا ہے اصل میں میرے مقدر کی۔ ہر طرف سے میرے لئے آج کل تباہی ہی تباہی ہے۔ اور اب تو میں کسی کو ملازم رکھنے کے قابل ہی نہیں ہوں:"

بیگم:- اچھا اب جاؤ۔ یہ منحوس صورتیں لے کے ہٹو یہاں سے:"

(رحیم اور نصیبن جاتے ہیں)

میاں "عقل حیران ہے کہ آخر ہوگا کیا۔"
بیگم "تو کیا اس طرح پریشان ہونے سے کچھ کام بن جائے گا۔ جس طرح وہ وقت نہیں رہا یہ وقت بھی نہ رہے گا۔ اُسے دیتے کوئی دیر لگتی ہے اور جو وہ لاٹری کا ٹکٹ ہی نکل آئے۔"
میاں "نکل آئے تو کیا کہنے ہیں۔ دلدر دھل جائیں۔ مگر ایسی قسمت کہاں ہے۔ سونے کو چھولوں آج کل تو وہ بھی مٹی ہو جائے۔ اب دیکھو نا کہ جمیل خاں مرحوم کو اپنا چچا ثابت کر ہی لایا تھا۔"
بیگم "تو آخر پھر یہ ہوا کیا کہ وہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔"
میاں "بھئی وہ ان کے اصلی بھتیجے جو عرصہ سے لاپتہ تھے نہ جانے کہاں سے آمرے اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ میں شیخ ہوں اور وہ پٹھان تھے لہٰذا وہ میرے چچا نہیں ہو سکتے تھے۔"
بیگم "سچ سچ یہ مقدر کے کھیل ہیں کیا خبر تھی کہ وہ کم بخت اس طرح آ ٹپکیں گے"
میاں "اس مقدمہ کی وجہ سے دفتر کی غیر حاضریاں کیں۔ خیال تھا کہ اتنی بڑی جائداد مل جائے گی تو جس تنخواہ کا ملازم ہوں اس تنخواہ کے ملازم خود رکھا کروں گا۔"
بیگم "گھر کی ساری پونجی موئے مقدمے میں الگ کھنچی اور نہ لینا ایک نہ دینا دو"
میاں "جب پریشانی آتی ہے تو چاروں طرف سے آتی ہے اب گھر پر جو چوری ہوئی ہے تو سنا ہے کہ جھاڑو دے گئے یہ چور۔ ایک چیز نہیں چھوڑی"
بیگم "واہ ری قسمت سمجھے تھے کہ دن ہی پھر جائیں گے مگر یہاں الٹی آنتیں

گلے پڑیں کہ جو کچھ تھا وہ بھی کھو بیٹھے۔"

میاں: "آج کل کچھ نحوست اس گھر پر چھائی ہوئی ہے جس کے گھر میں دو دو نوکر اس کے گھر کی یہ حالت ذرا دیکھو۔ تمہیں خدا کی قسم ذرا دیکھو وہ میرا اپنا جوتا پڑا ہوا ہے ہزاروں من گرد ہو گی اس پر۔"

بیگم: "کہیں بھی نہیں وہ تو رحیم کا جوتا ہے تمہارا ہی ایسا جوتا وہ لاٹ صاحب بھی تو لاتے ہیں"

میاں: "خوب، خوب اب یہ ریاست چھائی ہے کہ پانچ پانچ روپے کے جوتے پہنے جاتے ہیں۔"

بیگم: "اے تم خالی جوتوں کو کہہ رہے ہو وہ تو ہر بات میں تمہاری نقل کرتا ہے تم نے لاٹری کا ٹکٹ خریدا تھا نا تو بیوی کی بالیاں رکھ کر آپ بھی ٹکٹ لائے تھے۔"

میاں: "لاٹری کا ٹکٹ؟ ——— اس نے بھی خریدا ہے۔ پاگل تو نہیں ہو گیا ہے ———"

بیگم: "اے اس ٹکٹ نگوڑ مارے کے تو ہر وقت چرچے ہیں۔ ذرا کسی وقت دونوں میاں بیوی کی باتیں تو سنو کل کہہ رہا تھا رحیم نعیمن سے کہ ٹکٹ نکل آنے دے پھر دیکھ کہ کیسی کیسی بالیاں تیرے لئے بنواتا ہوں مری جاتی ہے ذرا سی بالیوں کے لئے ہیں تو تجھے کرن پھول بھی بنوا دوں گا اور بجلیاں بھی۔"

میاں: "جی اور کیا لاٹری نکلے گی تو کرن پھول اور بجلیاں ہی تو بنیں گی اس

وقت لاٹری کی ضرورت ہے مجھ کو سچ کہتا ہوں بیگم کہ میں تو ایک منٹ بھی اس شہر کیا اس ملک میں نہ رہوں دنیا کی سیاحت کروں بڑے بڑے ہوٹلوں میں ٹھہروں کبھی ہوائی جہاز پر اُڑوں تو کبھی سمندر کے سینے پر چلوں ——"

بیگم: "اے یہ سب مقدر سے ہوتا ہے لاٹری نکل آئے تو سب سے پہلے اپنی خاندانی باپ دادا کی جائداد نہ چھڑوائی جائے جس کا سود ہی قیمت سے زیادہ ہو چکا ہے ——"

میاں: "چھوڑو اس ذکر کو میں تو اس جائداد کو بھول ہی جانا چاہتا ہوں، مقدر دیکھو کہ کبھی یہ مکان اپنا تھا اور اب اس کا کرایہ دیتے ہیں۔ اس محلہ میں دو ایک مکانوں کو چھوڑ کر باقی سب اپنے ہی تھے (گھنٹہ دس بجاتا ہے) او ہو، دس بج گئے۔ وکیل صاحب کے یہاں جا کر کچہری پہنچنا ہے اور دفتر تو آج بھی عرضی ہی جائے گی۔ یہ کدھر گیا رحیم (آواز دیتا ہے) رحیم —— رحیم ——"

(رحیم دوڑتا ہوا آتا ہے)

رحیم: "سرکار ——"

میاں: "جوتا صاف کر کے دو جلدی اور ٹوپی پر برش پھیرو۔ دس بج گئے اور آپ ہیں کہ پتہ ہی نہیں ——"

رحیم: "سرکار۔ بائیسکل صاف کر رہا تھا تمام خاک دھول میں اٹی پڑی تھی۔"

میاں: "اچھا جوتا لاؤ جلدی۔ کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہے۔ بائیسکل صاف کرنے کا وقت یہ تھا رات سے کیا موت آ رہی تھی تجھ کو؟"

رحیم: "حضور موت تو ——

میاں :- خاموش میں دیکھ رہا ہوں کہ بڑی ریاست آپ پر چھاتی چلی جارہی ہے پانچ پانچ روپے کے جوتے خریدے جاتے ہیں اب تو۔ لاٹری کا ٹکٹ لیا گیا ہے بیوی کی بالیاں رکھ کر یہ دماغ پر جو گرمی چڑھی ہوئی ہے نا دو منٹ میں اتار دوں گا سمجھا کہ نہیں بال منڈوا دُوں آج تم :-

رحیم :- جوتا حضور ــــ ــــ "

میاں :- یہ جو تا اصطبل رکھا ہے کب سے اس پر پالش نہیں ہوئی ہے۔ بول، ارے میں پوچھتا ہوں کہ کب سے اس پر پالش نہیں ہوئی نیا جوتا اور گھونس کی شکل کا بنا کے رکھ دیا ہے اٹھاتا ہے اسے کہ اب میں اٹھوں :-

(نصیبن دوڑتی ہوئی آتی ہے)

نصیبن :- اٹھا کے جا یہ تے صاف کر دو " ــــــ "

میاں :- آپ آئی ہیں وہاں سے میاں کی پشت پناہی کرنے۔ کیوں ری یہ تو نے ٹکٹ لینے کے لئے بالیاں کیوں دی تھیں اپنی۔ اور یہ پانچ پانچ روپے کے جوتے کیوں پہنتا ہے ــــــ کیوں ؟

نصیبن :- بیاہ کر دوں سرکار ــــــ "

میاں :- آج اس کا سر منڈے گا فیشن تو آپ کا دیکھئے اسی مانگ نکالی جاتی ہے بھول گئے وہ دن کہ کھیاں بھنکتے ہوئے آئے تھے فاقے مست اور اب دماغ خراب ہو گیا ہے "

بیوی :- نصیبن کھڑی ہوئی کیا کر رہی ہو لپک کے پاندان اٹھا دو ایک آدھ گلوری ہی بنا دوں ــــ "

میاں: "وہ کھڑی ہوئی دیکھ رہی ہیں اپنے شوہر نامدار کی چھب کہ کیسی بانکی ترچھی مانگ ہے ذرا آپ کی آنکھوں میں سرمہ تو دیکھئے معلوم ہوتا ہے پوری بیلی آنکھوں میں ٹھونس لی ہے بڑے رنگیلے ہوتے جاتے ہیں آپ ——"

بیوی: "خیر تم جوتا دو تا پہنو کچہری کو دیر ہو رہی ہے"

میاں: "نہیں جی لات کا آدمی کبھی بات سے نہیں مانتا۔ آپ ان دونوں پر سختی رکھئے اب —— ملاحظہ ہو یہ ٹوپی صاف کی ہے۔ دیکھ اسے، سوجھا یہ کیا ہے ——"

رحیم: "رہ گیا ہوگا دھبہ ——"

میاں: "دھبے کا بچہ ہاتھ صاف کر پہلے اپنے جوتے کے ہاتھوں سے ٹوپی لینے چلا ——"

(نصیبن آتی ہے)

نصیبن: "لائیے میاں صاف کردوں"

بیوی: "تم پاندان تو ادھر دو مجھ کو ——"

(نصیبن پاندان رکھ دیتی ہے اور پاندان کھولے جانے کی آواز۔)

میاں: "کبھی میاں اور بیوی کو ساتھ ساتھ ایک گھر میں نوکر نہ رکھے۔ یہ جو ان دونوں کے چونچلے ہیں اسی سے میں جلتا ہوں میاں کو کچھ کہا تو بیوی سینہ سپر بن گئیں۔ بیوی کی کوئی بات ہوتی ہے تو میاں طرفداری کو موجود —— خبردار جو تم ایک دوسرے کی باتوں میں کبھی بولے"

بیوی: "ہاں یہ تو ہوا ہی کرتا ہے —— روز ہی دیکھتی ہوں میں تو ——"

میاں :۔ "بس اس کا علاج یہ ہے کہ یہ دونوں آپس میں بیاہ کر دو، یا بس ایک کو رکھو اور ایک کو رکھوا ور ایک کا حساب کر دو۔"

بیوی :۔ "اچھا خیر لو یاں تو تم اور جاؤ دیر ہو رہی ہے۔"

میاں :۔ "کچہری سے لوٹ کر آؤں تو کمرہ صاف ملے مجھ کو کان کھول کر سن لو۔"

(میاں چلے جاتے ہیں)

اعلان

ظفر یعنی میاں اور جمیلہ یعنی بیوی دونوں کی یہ رائے ٹھیک تھی کہ تمام باتیں قسمت ہی سے ہوا کرتی ہیں ان کا جیتا جتایا مقدمہ مقدمے نے ہرا دیا۔ مقدمہ بھی گیا اور اپنے ساتھ نوکری کو بھی لے گیا۔ گھر کی چوری نے رہی سہی پونجی بھی صاف کر دی۔ مگر جمیلہ کا یہ بھی کہنا ٹھیک تھا کہ اسے دیتے دیر نہیں لگتی۔ چنانچہ رحیم پانچ روپے مہینہ اور کھانے کا نوکر۔ رحیم جب ہی نے بیوی کی بالیاں بیچ کر لاٹری کا ٹکٹ خریدا تھا۔ لاٹری مل جانے سے آج لکھ پتی ہے۔ پڑھا نہ لکھا جسے جوتا تک صاف کرنے کی تمیز نہ تھی آج بڑا آدمی ہے اور خود اس نے حق نمک خواری ادا کرنے کے لئے کہئے یا پرورش کی نظر سے ظفر کو اپنا مختار بنا رکھا ہے مگر اس الٹ پھیر نے نقشہ ہی بدل دیا ہے وہ اب سردار عبدالرحیم خاں ہے اور ظفر نے خود اپنے لئے پرائیویٹ سکریٹری کا عہدہ پسند کیا ہے۔

(حقہ پیتے ہوئے سردار عبدالرحیم خاں آواز دیتے ہیں ——)

رحیم :- ارے کوئی ہے، سب مر گئے —— سب کو سانپ سونگھ گیا ——
میں نے کہا سکتر صاحب —— اے جی سکتر صاحب ہوت ——"
میاں :- "میں حاضر ہوں کمشنر صاحب کے خط کا جواب بھجوا رہا تھا"
رحیم :- "کون خط اور یہ کمشنر کون۔ ہمیں بھی تو کچھ بتایا کرو صاحب"
میاں :- "آپ نے جو اسپتال کے لئے چندہ بھجوایا تھا اُس کا انہوں نے شکریہ ادا کیا تھا۔ کمشنر صاحب نے اب ان کے خط کا جواب آپ کی طرف سے جا رہا ہے"
رحیم :- "وہ تو ٹھیک ہے مگر —— ذرا یہ تو دیکھو حقے پر آگ تک نہیں ہے اتنے نوکر چاکر اور ٹھنڈا حقہ پی رہا ہوں کبھی تمہارے یہاں بھی تو دو ہی نوکر تھے ایک میں اور ایک وہ کیا نام رکھا ہے گھر والی کا تم نے"
میاں :- "جی وہ بیگم نصیب آرا ——"
رحیم :- "ہاں تو اب بولو کبھی ایسی بات ہوئی کہ ٹھنڈا حقہ تم کو ملا ہو اور اگر کبھی ایسا ہوتا تو تم کیسا بکتے ہم دونوں پر۔ بال منڈوا دیتے۔ میاں بیوی ہیں پردہ کرا دیتے۔ اور جانے کیا کیا کرتے"
میاں :- "جی وہ میں ابھی کہتا ہوں کسی سے کہ بیں حاضر ہے"
رحیم :- "حاجر واجر تو ہم جانتے نہیں۔ ہمارا کام ٹھیک نہ ہوگا تو ہم سکتر صاحب گردن لیں تمہاری دبائیں گے —— یہ سمجھ لو ——"
میاں :- "مگر اب امید ہے کہ اس کا موقع ہی نہ آئے گا (آواز دیتا ہے) دیکھو چمن، غفور، کریم، چلو —— ادھر —— آؤ۔۔۔۔ (تین آدمیوں کے

آنے کی چاپ، تم تینوں کی باری باری ڈیوٹی گول کمرے کے برآمدہ میں رہے گی جس وقت گھنٹی بجے فوراً حاضر ہو۔"

رحیم :۔ کونسی گھنٹی ——— اچھا یہ گھنٹی دگھنٹی بجا دیتا ہے) اور یہ بھی سکتر صاحب کہدو کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ تاش کھیلا کریں ———"

میاں :۔ اچھا تم لوگ جاؤ دآدمی چلے جاتے ہیں)

رحیم :۔ "یہ کیا ——— وہ تاش والی کہی بھی نہیں بات ۔"

میاں :۔ میں نے جان کر نہیں کہی اس کے متعلق مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ان نوکروں کے ساتھ تاش کھیلیں — آپ کو خدا نے دولت دی ہے آپ کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کا مرتبہ اور عزت بھی بڑھے ۔"

رحیم :۔ ارے یار کہاں سے عزت اور مرتبے کے چلا ہے۔ دن بھر بیٹھے بیٹھے اونگھائی آنے لگتی ہے ———"

میاں :۔ "گستاخی معاف میں تو کل سے اس فکر میں تھا کہ موقع ملے تو کچھ عرض کروں کل موٹر میں جب ہوا خوری کے لئے بیگم صاحبہ تشریف لے گئی ہیں تو بازار میں موٹر رکوا کر [illegible] بازی [illegible] بیوی نے دبی زبان سے منع [illegible] کیا تھا۔

[illegible] تم دونوں [illegible]
[illegible] بات مان ——— تم [illegible]
[illegible] رحیم میاں [illegible]

اور سردار عبدالرحیم کہاں (خاں) اب تمہارے نوکر نہیں ہیں سمجھے کہ نہیں۔"

(دروازہ کھلتا ہے اور بیگم نصیب آرا آتی ہیں)

نعیمن :۔ کیا بات ہے میرا نام سکتر صاحب نے کیسے لیا تھا۔۔۔۔"

رحیم :۔ کہتے ہیں کہ بیگم صاحب نے موٹر پر بیٹھ کر کابلی کچالو بزار میں کیوں کھائے تھے"

نعیمن :۔ یہ جمیلہ بوا نے آکر لگائی بجھائی کی ہوگی۔ دیکھو میں نے کہدیا ہے کہ یہ لگائی بجھائی مجھے پسند نہیں ہے سمجھے کہ نہیں مجھے دیکھو کہ جمیلہ بوا۔ جمیلہ بوا کہتے ہوئے زبان سوکھتی ہے اور یہ اتی اتی سی بات آکر لگائیں واہ۔۔۔۔ اے کابلی کچالو کھائے تو کسی کا کیا کیا۔۔۔۔ اللہ نے پیسہ دیا ہے کھاتے ہیں جو جلتا ہے وہ جلے۔"

(بیوی داخل ہوتی ہیں)

رحیم :۔ کیوں جی جمیلہ بوا یہ کیا بات ہے تم دونوں میاں بیوی نے تو دولت جب مجھے ملی ہے یہی کہا تھا کہ ہم اپنا زمانہ بھول کر رہیں گے۔ مگر سانپ چل گیا۔۔۔۔ نہیں جی رسّی جل گئی اور بل نہیں گئے۔"

بیوی :۔ میں سمجھی نہیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔۔۔۔"

میاں :۔ وہی کل کی چاٹ کا ذکر تھا۔۔۔۔"

رحیم :۔ دیکھو سکتر صاحب تم نہیں بول سکتے۔ یہ بات جیسی تم کو بری لگتی تھی مجھ کو بھی بُری لگتی ہے کہ بیوی کی بات میں میاں بولے۔"

بیوی :۔ میں عرض کروں۔ میں نے بیگم صاحبہ سے یہی کہا تھا کہ خدا نے جو رتبہ آپ کو دیا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ سرِ بازار

چاٹ نوش فرمائیں"
نصیبن:۔ "مگر اتنی سی بات تم نے میاں سے اپنے کیوں لگائی۔ میں کھاؤنگی چاٹ اور اس ضد میں روز کھاؤں گی ——— واہ ———"
رحیم:۔ "ٹھیک تو کہتی ہیں بیگم ہماری ——— اب کوئی ہم تمہارا دیا کھاتے ہیں یا تم؟ ——— نابحدا میں آکھیر دا آخر تم نے سمجھا کیا ہے ———"
میاں:۔ "مگر میں اس وقت اس بات کو صاف کر لینا چاہتا ہوں کہ ———"
رحیم:۔ "کچھ صاف واف نہیں ہو گا یہ کام میں تم سے نہیں لے سکتا اس کے لئے اور نوکر چاکر ہیں میں ایسا نمک حرام تھوڑی ہوں کہ جس کا نمک کھایا ہے اس سے صفائی کا کام لوں۔ ———"
میاں:۔ "یہ تو آپ کی نوازش ہے کہ آپ یہ خیال فرماتے ہیں مگر میرا مطلب یہ تھا کہ میں ایک بات طے کر لینا چاہتا ہوں۔ آپ نے خود ہی پہلے ہی دن یہ کہدیا تھا کہ بڑے آدمیوں کے ڈھنگ تم مجھ کو بتانا اس لئے ہم دونوں اس طرح بات بات پر ٹوکتے ہیں اگر آپ منع کریں تو ہم خاموش ہو جائیں"
نصیبن:۔ "یہ تو ٹھیک ہے مگر کیا اب تم لوگ حلق کے دربان بنکر بیٹھو گے"
رحیم:۔ "جینے دو سرکار صاحب کہ بات یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کچھ ———"
میاں:۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ ملازم کو بازار بھیج کر آپ جتنی بار چاہیں چاٹ منگا لیں کوئی چاٹ والے کو بلا لیں ——— آپ کو چاٹ کھانے کا شوق ہے تو میں کچھ معترض نہیں بلانے دیتا ہوں مگر آپ کو اپنی بڑائی کا خیال کرنا ہی پڑیگا"
رحیم:۔ "تو کیا ہم خیال نہیں کرتے ——— گندے دار کرسی پر دال بھر بیٹھے

رہتے ہیں۔ پتنگ لوٹے ہوئے مہینوں ہوگئے مگر ایک دفعہ بھی لنگر نہیں چلایا ڈپٹی صاحب کا نوکر اچھن کئی دفعہ آیا مگر تم نے روک دیا تو اس سے بھی نہیں ملے کیا اپنا یار تھا۔ جب اس سے روپیہ دھیلی قرض مانگا اس نے برابر دیا ابھی اس کی اٹھنی مجھ پر باقی بھی ہے ـــــ"

میاں :۔ "اٹھنی کی جگہ میں اسے سو روپے کا نوٹ بھجوائے دیتا ہوں۔ مگر اب وہ آپ کا دوست کیسے رہ سکتا ہے اب تو ڈپٹی صاحب سے آپ کی دوستی ہو سکتی ہے۔"

رحیم :۔ "نا بابا ڈپٹی صاحب سے میرا دم نکلتا ہے۔ ایک دفعہ میں اور اچھن پتے کھیل رہے تھے یہی مانگ پتا تو بھائی وہ دوڑے ہنٹر لے کے۔ وہ دن اور آج کا دن کہ میں نے تو سامنا کیا نہیں ان کا ـــــ"

نصیبن :۔ "کل ڈپٹی صاحب کی بیوی نے مجھے بھی بلایا تھا۔ مگر میں تو گئی نہیں ان جمیلہ بوا کے ساتھ ایک دفعہ گئی تھی تو جھوٹا کھانا ملا تھا مجھے۔ میں نہیں جاتی ایسی کہ یہاں ـــــ"

بیوی :۔ "آپ کی بھی کیا باتیں ہیں وہ بات جب کی تھی اور اب خدا نے آپ کو لکھ پتی بنایا ہے ......"

میاں :۔ "میرے دل میں یہ کئی مرتبہ خیال آیا کہ بیگم صاحبہ کو یہ کچھ پڑھانا شروع کر دیں اور ادھر آپ بھی کچھ محنت کریں۔ اب آپ کا لکھ پڑھ جانا جتنا ضروری ہے اتنی کوئی بات ضروری نہیں ـــــ"

رحیم :۔ "ہاں یہ بات مانی۔ کیوں بیگم۔ ارے لکھ پڑھ جائیں گے تو لکھنا پڑھنا کام

ہی آئے گا کبھی نہ کبھی۔ اب جو کچھ یہ خطوں میں لکھتے ہیں اس پر وہی لکھ دیتا ہوں جو اُس دن انھوں نے دن بھر لکھنا سکھایا ہے ـــــ"

میاں: "جی ہاں اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیے کہ دستخط کرنا آپ کو کس قدر مصیبت سے سکھایا ہے اتنے بڑے آدمی کے لئے اس قدر ان پڑھ ہونا بہت برا ہے۔"

نصیبن: "ارے تو کیا ان کو کسی کی نوکری کرنا ہے اور خیر وہ تو وہ میں کیا کروں گی لکھ پڑھ کر۔"

بیوی: "پرسوں آپ ہی سے ٹھکرانی صاحبہ نے جو پوچھا مزاج شریف تو آپ لگیں میرا منہ دیکھنے ـــــ"

میاں: "یہی نہیں گرلس اسکول سے آج ہی خط آیا ہے کہ بیگم صاحبہ ان کے سالانہ جلسے کی صدارت کریں۔"

رحیم: "ہاں جی لکھنا پڑھنا بہت اچھی بات ہے تم تو سکتر صاحب کتاب منگالو ہم دونوں کے لئے میں بھی پڑھوں اور یہ بھی ارے ہاں اتنے بڑے سردار عبدالرحیم کہاں دخاں) اور اتنی بڑی بیگم۔ بیگم کیا نام رکھا ہے ان کا ـــــ

میاں: "بیگم نصیب آرا۔"

رحیم: "تو اتنی بڑی بیگم نصیب آرا اور جانتے نہیں الف کے نام لٹھ ـــــ"

میاں: "اسی لئے میں نے عرض کیا کچھ دنوں کی محنت ہے اس کے بعد نہ مجھے سر کھپانا پڑے گا نہ آپ بات بات پر منہ دیکھیں گے۔"

رحیم: "اچھا چلو جی دو سو روپے تو سکتر ہونے کی تنخواہ تھی ہی سو روپے اس

ملاگیری کے اور ان استانی کے بھی سو روپے"

میاں:" یہ سب پرورش ہے ــــــ"

رحیم:" پرورش کیا سکتر صاحب ہم دونوں نے بھی تو آپ کا نمک کھایا ہے"

نصیبن:" اچھا میں نے کہا سنتے ہو جی مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ــــــ"

میاں:" تو اب ہم لوگ اجازت چاہتے ہیں"

رحیم:" اچھا مگر بھائی سکتر صاحب ذرا اس حقہ وقہ کی فکر رکھا کرو اب دیکھو نا کہ جل گیا اور میں بیٹھا ہوں"

میاں:" تو گھنٹی بجائیے نا ــــــ لیجیے میں خدمتگار کو بلائے دیتا ہوں (گھنٹی بجاتا ہے ساتھ ہی ایک آدمی آتا ہے) جاؤ پیچوان تازہ کر کے لگاؤ (آدمی چلا جاتا ہے)، تو میں اجازت چاہتا ہوں۔ آداب عرض ــــــ"

رحیم:" سلام بھائی ــــــ سلام (میاں اور بیوی دونوں کمرے کے باہر جاتے ہیں قدموں کی چاپ دور تک جاتی ہے اس کی بیوی کہتی ہے)

بیوی:" سچ مچ بے عزتی کی حد ہے ــــــ"

میاں:" (میاں ٹھنڈی سانس بھر کر) کایا پلٹ۔ جو کچھ بھی مقدر دکھائے"

بیوی:" اس سے تو فاقے کرنا اچھا تھا"

میاں:" تم تو ہو پاگل یہ تو قدرت نے ایک تماشہ دکھایا ہے۔ مجھے تو غصہ نہیں بلکہ ہنسی بھی آتی ہے ان دونوں کی باتوں پر۔ اب کل سے یہ رٹ ہے کہ کوٹ پتلون پہنیں گے"

بیوی:" مگر میں تو یہی کہتی ہوں کہ جو کچھ قسمت میں لکھا ہے وہ ہوگا مگر جن

سے ہاتھ جڑوائے ہیں ان کے آگے ہاتھ نہیں جوڑے جاتے۔"

میاں:- "تم ٹھیک کہتی ہو تم سے پہلے بار بار میرا بھی یہی ارادہ ہوا۔ مگر دو سو روپے تنخواہ اب سو تمہارے اور تین سو میرے کر دیئے ہیں۔ گویا چار سو روپے مہینہ۔ کون دیگا مجھے یہ تنخواہ پھر یہ کہ سیاہ سفید کا مالک میں ہوں البتہ دل پر ذرا جبر کرنا پڑتا ہے۔ اب تم ہی سمجھو کہ رحیم میں عقل کہاں سے آسکتی ہے اور وہ لکھ پتی ہو کر بھی اصلیت کو کیسے بھول سکتا ہے۔"

بیوی:- "اس موئی نصیبن کو تو دیکھو سچ مچ رانی بن گئی ہے رانی۔"

میاں:- "تو اس میں کوئی شک بھی ہے۔ قسمت نے اسے واقعی رانی بنا دیا ہے اسے رانی بننے کا حق ہے۔"

بیوی:- "آج سویرے سے پھولی ہوئی ہیں کہنے لگیں کہ میرے سر کی جوئیں دیکھ دو۔ میں نے ٹوکا کہ یہ بات آپ نے پھر چھوٹے لوگوں کی سی کی۔ بس خفا ہو گئیں۔"

(رحیم کی آواز۔ قدموں کی چاپ رحیم خود ہی پکارتا ہوا آتا ہے۔)

رحیم:- "لدھر گئے۔ ارے سکنہ صاحب کہاں ہیں۔"

میاں:- "حاضر ہوں میں۔"

رحیم:- "اچھا یہ بتاؤ کہ یہ کیا بات کہ ہماری بیگم نے ان جو بیلہ بوا سے کہا کہ ذرا ہمارا سر چھان دو۔ وہ بس سے کہتی۔ تو انہوں نے کہا کہ چھوٹے آدمیوں کی بات ہے۔"

میاں:- "جی ہاں یہ ہے تو چھوٹے آدمیوں کی بات ضرور۔ بڑے آدمیوں کی بیگموں کو بھلی جوئیں نہیں نکلوانا چاہئیں۔"

رحیم:۔ چاہے جوئیں پڑی رہیں۔ کیوں جی ـــــ یہ کیا کہا تم نے ـــــ"

میاں:۔ یہ کہا میں نے۔ کہ یا تو آپ دونوں ہم دونوں کو منع کر دیں کہ آپ کے معاملات میں نہ بولیں یا ہم لوگ جو مناسب سمجھیں گے آپ کی بھلائی کے لئے آپ سے کہیں گے اس کو سنئے اور ویسا ہی کیجئے"

رحیم:۔ بھائی میاں نوکری تو اس طرح نہیں ہوتی کہ جو تم کہو وہ کیا جائے نوکری ہوتی ہے اس طرح جس طرح ہم نے تمہاری نوکری کی ہے کہ دن کو دن اور رات کو رات نہیں جانا۔ تمہاری دونوں کی ہر بات سنی گالیاں کھائیں اور میاں تم مارنے تک کو دوڑے ہو مجھ پر"

میاں:۔ مگر میں یا میری بیوی آپ ہی دونوں کی بھلائی کے لئے ہر بات بتلاتے ہیں کہ دنیا آپ پر ہنسے نہیں"

نصیبن:۔ اجی بس رہنے بھی دو۔ مجھ سے تو پیر تک دبوائے ہیں آدھی آدھی رات تک چار روپے اور پاؤ بھر اناج کا نوکر رکھا تھا اور دن بھر کولھو کے بیل کی طرح ہم دونوں جتے رہتے تھے۔ پھر گالیاں اور کوسنے الگ تھے"

میاں:۔ تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ ویسا ہی سلوک آپ دونوں ہم دونوں کے ساتھ چاہتے ہیں۔ اگر یہ مطلب ہے تو یہ لیجئے یہ رہیں تجوری کی کنجیاں (کنجیاں پھینک دیتا ہے) آپ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش"

رحیم:۔ ارے، ارے، سکتر صاحب۔ میاں۔ حضور سکتر صاحب ذرا غم کھاؤ ـــــ"

بیوی:۔ جی بس غم کھانا ہو چکا آپ دونوں کو لٹیروں کی طرح لوٹتے اور جوں

کاؤں بنائے رکھتے تو آپ خوش رہ سکتے تھے۔

(جاتی ہے)

نسیمن: تو چلیں کہاں۔ سنو تو —— بیگم صاحب —— اے ہے۔

میاں: ٹھہرو جی میں بھی چلتا ہوں ان کا سارا حساب سمجھا دوں اور ان کو بتا دوں کہ ایک پائی بھی اِدھر کی اُدھر نہیں ہوئی ہے اس کے بعد یہ جائیں اور ان کا کام۔"

نصیبن: آپ تو بے کار کے بے بگڑ گئے۔ میاں —— وہ —— سکتر صاحب"

رحیم: چپ رہ تو۔ سب تیری ہی وجہ سے ہوا ہے انہوں نے کبھی ہم کو نکالا نہیں اور آج ہم ان کو جانے دیں۔"

میاں: نہیں یہ دیکھئے ۲۹ر اکتوبر کو روپیہ آیا تھا۔ یہ آمد درج ہے اور ——

رحیم: میں کچھ نہیں دیکھتا۔ زندگی بھر قدموں پر گر چکا ہوں آج پھر قدموں پر گرتا ہوں ——"

میاں: ارے، ارے، یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

رحیم: نہیں آپ کو جانے نہیں دیں گے اور اس کو بھی معاف کر دیجئے بیوقوف ہے میں یہ چھوڑوں گا نہیں جب تک ——"

میاں: ٹھہریئے تو بات تو سنئے میری۔ لاحول ولا قوۃ —— ارے صاحب"

رحیم: کچھ نہیں۔ بس ہنس دیجئے میاں۔ ہنس دیجئے۔ وہ، کیا نام کہ سکتر صاحب"

نصیبن: میں جب نوکری چھوڑ کے جا رہی تھی تو آپ نے گلے سے لگایا تھا۔ اب میں نہیں جانے دیتی میری بیوی —— وہ —— میری جمیلہ نواب"

بیوی :- "اچھا چھوڑیئے تو سہی"
میاں :- "خدا کے لئے آپ اٹھئے ۔ اچھا صاحب نہیں جاتے۔ نہیں جاتے نہیں جاتے۔ خدا کے لئے اُٹھئے"
رحیم :- "ہاں یہ بات ــــــــ"
(سب ہنستے ہیں)

ہندستانی پبلشرز دہلی

کی مطبوعات اردو ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں اور کیا باعتبار نفاست اور کیا باعتبار افادیت ہر کتاب ایک بیش بہا اضافہ ہوتی ہے۔

اعمال نامہ	سیاسی ادبی تاریخی	سر سید رضا علی	ھٔے/
معاہدہ ہند و برطانیہ	سیاسی	سر سید سلطان احمد	عہ/
ہندستان ہمارا	نیم تاریخی	پروفیسر سری رام شرما	۴/
مشعلِ راہ	نظم	نخشب جارچوی	سے ۴/
شب تاب	،،	اسرار الحق مجاز	عہ/
اپاہج	ناول	قیسی رامپوری	عا/
شیطان	،،	،،	سے ۴/
ستیریں	،،	،،	عہ/
ارمان	،،	آغا شاعر دہلوی	عا/
ناہید	،،	،،	عہ/
ایک حمام میں	،،	خواجہ محمد شفیع	عا/
حشر	،،	،،	عہ/
ہچکولے	،،	رئیس احمد جعفری	سے ۴/
نئے انسان	،،	قدوس صہبائی	زیر طبع
کانچی ہاؤس	،،	ماہر القادری	،،

۱

گمنام خطوط	ناول	فراق کاظمی	عہ۸ر
نغمے کی موت	افسانے	کرشن چندر	ع۴ر
بدلیاں	”	سحاب قزلباش	ع۸ر
سہاگن	”	ایم اسلم	عر
فرحت جہاں	”	”	عہ۴ر
ایک کاروباری	”	اختر اورینوی	۱۲ر
نیا ادب میری نظر میں	تنقید	مختلف نقاد	عر
قطرات شبنم	ادبی	گوردھن داس	عہ ۱۲
سنہ ۴۲ء کی معیاری غزلیں اور نظمیں		مختلف شعرا	عہ ۱۲
آنکھ مچولی	افسانے	شکیلہ اختر	زیر طبع
ادھورے سپنے	”	ناہید عالم	”

سول ایجنٹ

نگارستان ایجنسی

اُردو بازار دہلی